حج والا گھر (بیت اللہ شریف)

اس گھر کی عظمت ورفعت کے لئے یہی کافی ہے کہ اس کی نسبت اللہ کی طرف ہے یعنی اللہ کا گھر ہے کسی مخلوق کا نہیں ہے اور صرف اللہ ہی کی عبادت کیلئے سب گھروں سے پہلے ہر مخلوق اور ہر انسان کے منافع اور فوائد کیلئے بنایا گیا ہے ہر ایک کیلئے باعث ہدایت ورشد اور خیر و برکت ہے، سب اس سے یکساں فیض یاب ہو سکتے ہیں اور ہوتے ہیں سب بھلائیوں اور نیکیوں کا مرکز ہے، رفعت اور عظمت کے لحاظ سے اس سے بڑھ کر دنیا میں کوئی گھر نہیں ہے۔ جب تک یہ رہے گا سارا عالم باقی رہے گا اور جب یہ ختم ہو جائے گا سارا جہاں برباد ہو جائے گا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: (جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ) (المائدۃ:۹۷) ’’اللہ نے کعبہ کو محترم گھر بنایا ہے جو لوگوں کے قیام کا سبب ہے‘‘ اسلامی تعلیم

شیخ الحدیث مولانا عبدالسلام بستویؒ. (جلد:۶، ص:۶۵۰)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ید اللہ علی الجماعۃ

حق کا داعی اور مسلک سلف کا ترجمان

ماہنامہ

الجماعۃ

خصوصی شمارہ

اگست ۲۰۱۶ء / ذوالقعدۃ ۱۴۳۷ھ

بدل اشتراک......فی شمارہ: 15 روپے • سالانہ: 150 روپے

پتہ

دفتر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی ۱۴-۱۵، چوناوالا کمپاؤنڈ، مقابل بیسٹ بس ڈپو۔ ایل. بی. ایس مارگ، کرلا ویسٹ ممبئی-۷۰

SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI

14/15, Chuna Wala Compound, Opp. Best Bus Depot, L.B.S. Marg, Kurla (W), Mumbai - 70.

Phone : 022-26520077 / Fax : 022-26520066 • ahlehadeesmumbai@gmail.com

@JamiatSubai subaijamiatahlehadeesmum SubaiJamiatAhleHadeesMumbai

www.ahlehadeesmumbai.org • aljamaahmonthly@gmail.com

نگارشات

حلقۂ قرآن

درس قرآن

محمد ایوب اثری

(وَالْفَجْرِ○ وَلَيَالٍ عَشْرٍ○ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ○ وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ)(الفجر:۱-۴)

ترجمہ : قسم ہے فجر کی اور قسم ہے دس راتوں کی اور قسم ہے جفت کی اور طاق کی اور رات کی جب وہ چلنے لگے۔

تشریح : امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ فجر سے مراد بطور خاص یوم نحر وقربانی کی صبح ہے اور دس راتوں سے ذی الحجہ کی پہلی دس راتیں مراد ہیں اور جمہور مفسرین کے نزدیک بھی دس راتوں سے مراد ذی الحجہ کی ابتدائی دس راتیں ہیں اور علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں اسی رائے کو صحیح قرار دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کا ان ایام کی قسم کھانا ہی ان کی عظمت اور فضیلت کی سب سے بڑی دلیل ہے کیونکہ باری تعالیٰ کسی عظیم اور عظمت والی شئ کی ہی قسم کھاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت ضحاک بن مزاحم رحمہ اللہ فرماتے: عشر الاضحى أقسم بهن لفضلهن على سائر الايام۔(الدرالمنثور) عشرہ ذی الحجہ کی قسم اللہ نے ان کی باقی دیگر ایام پر فضیلت کی بناء پر کھائی ہے۔ ان ایام کی فضیلت کے بے شمار اسباب ہیں جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے فتح الباری میں یہ نکتہ بیان کیا ہے کہ: والذى يظهر أن السبب فى امتياز عشرذى الحجةِ لمكان اجتماع امهات العبادات فيه وهى الصلٰوة والصيام والصدقة والحج ولا يتأتى ذاك فى غيره۔ یعنی عشرہ ذی الحجہ کی امتیازی فضیلت کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ساری اہم ترین عبادتیں اسی عشرہ میں جمع ہوجاتی ہیں اور وہ نماز، روزہ، صدقہ اور حج ہیں جبکہ دیگر مناسبتوں میں یہ عبادتیں اسی طرح جمع نہیں ہوتیں۔(فتح الباری)

اسی طریقے سے جب احادیث رسول ﷺ کے حوالے سے دیکھتے ہیں تو وہ حدیث جس کے راوی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ہیں بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”مامن أيام العمل الصالح فيهن أحب الى الله من هذه الايام العشر يعنى عشر ذى الحجة قالو! ولاالجهاد فى سبيل الله؟ قال ولا الجهاد فى سبيل الله إلا رجل خرج بنفسه وماله فَلم يرجع من ذلك بشئ“(بخاری) دنیا کے تمام ایام میں ان دس ایام (یعنی ذی الحجہ کے ابتدائی دس دن) میں عمل صالح اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے صحابہ کرامؓ نے پوچھا کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنا بھی اتنا محبوب نہیں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جہاد کرنا بھی اتنا محبوب نہیں ہے سوائے اس شخص کے جو اپنی جان اور مال کے ساتھ نکلے اور پھر کسی چیز کے ساتھ واپس نہ لوٹے (یعنی مال بھی اللہ کے راستے میں خرچ کردے اور خود بھی شہید ہوجائے) اسی طرح سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا:”افضل ايام الدنيا ايام العشر يعنى عشر ذى الحجةِ قيل ولا مثلهن فى سبيل الله؟

قال ولا مثلهن فی سبیل اللہ الارجل عفروجهه فی التراب"۔ دنیا کے سارے ایام کے مقابلے میں دس ایام (یعنی عشرۂ ذی الحجہ) سب سے افضل ہیں تو آپ سے سوال کیا گیا کہ اگر اتنے ہی دن جہاد فی سبیل اللہ گذار دئے جائیں تو بھی ان کے برابر نہیں ہیں؟ تو آپ نے فرمایا جہاد فی سبیل اللہ میں گذارے گئے دن بھی ان جیسے نہیں ہیں سوائے اس شخص کے جو شہید ہوجائے۔ اسی طرح سے عرفہ (یعنی نویں ذی الحجہ کے روزے کے تعلق سے جس کی بہت بڑی فضیلت ہے نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: صیام یوم عرفة احتسب علی اللہ ان یکفر السنة التی قبله والسنة التی بعده. مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ یوم عرفہ کے روزے کی وجہ سے وہ دو سال کے گناہ معاف کردے گا ایک گذشتہ سال کے اور ایک آئندہ سال کے۔ (مسلم، تحفۃ الاحوذی ارواء الغلیل، مجمع الزوائد، ہیثمی) قرآن وسنت کی ان واضح نصوص کی روشنی میں جب اسی عشرہ کی اتنی بڑی اہمیت وفضیلت ہے تو ذہن میں ایک سوال اٹھتا ہے کہ کیا یہ عشرہ رمضان کے آخری عشرہ سے افضل ہے یا رمضان کا آخری عشرہ افضل ہے؟ تو اسی سلسلہ میں علامہ ابن قیم جوزی رحمہ اللہ کی وہ تحریر جس کو انہوں نے ''زادالمعاد'' میں نقل کیا ہے حوالہ قرطاس کررہے ہیں جو سارے شکوک وشبہات کے ازالے کیلئے کافی ہیں لکھتے ہیں پس اگر تم کہو کہ دو عشروں میں کون سا عشرہ افضل ہے عشرہ ذی الحجہ یا رمضان کا آخری عشرہ؟ تو میں کہتا ہوں کہ درست بات یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ رمضان کے آخری عشرہ کی راتیں عشرہ ذی الحجہ کی راتوں کے مقابلے میں افضل ہیں اور ایام عشرہ ذی الحجہ رمضان کے آخری عشرہ کے دنوں کے مقابلے میں افضل ہیں اس تفصیل سے شبہ کا بالکلیہ ازالہ ہوجاتا ہے اور اسی تفصیل پر یہ امر دلالت کرتا ہے کہ رمضان کے آخری عشرہ کی راتیں لیلۃ القدر کی وجہ سے اور عشرہ ذی الحجہ کے ایام یوم الترویہ، یوم عرفہ، اور یوم النحر کی وجہ سے افضل ہیں۔ (زادالمعاد)

قارئین کرام : جب دلائل کی روشنی میں یہ چیز ہم پر واضح ہوگئی کہ ایام عشرہ ذی الحجہ میں عام ایام کی بہ نسبت عمل صالح کی بڑی فضیلت واہمیت ہے تو چاہئے کہ اللہ رب العزت نے ہمیں جو یہ موقع عنایت فرمایا ہے اسے غنیمت جانیں اور خصوصیت کے ساتھ اس عشرہ میں عمل صالح کا اہتمام کریں کیونکہ ایسے مواقع اور سازگار لمحات بار بار نہیں آیا کرتے اس لئے ان ایام میں عبادت کی خوب کوشش کریں اور ثابت شدہ نیک اعمال کا خوب ذخیرہ جمع کریں جیسا کہ ہمارے اسلاف کرام ایسے مواقع کو ضائع نہ کرتے ہوئے اعمال صالحہ میں بے انتہا دلچسپی کا مظاہرہ کرتے تھے۔

ابوعثمان النہدی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اسلاف کرام تین عشروں کی بڑی قدر کیا کرتے تھے رمضان کا آخری عشرہ اور ذی الحجہ ومحرم کا پہلا عشرہ۔ سعید بن جبیر جب عشرۂ ذی الحجہ شروع ہوتا تو عبادت میں اتنی محنت کرتے کہ ان جیسی عبادت کرنا دوسروں کیلئے مشکل ہوجاتا۔ (صحیح الترغیب والترہیب للالبانیؒ)

اور اللہ تعالیٰ نے ہماری تخلیق کا مقصد بھی اپنی عبادت بتلایا ہے لہٰذا ہمیں چاہئے کہ زندگی کا ہر لمحہ اللہ رب العالمین کی مرضی ومنشاء کے مطابق گزاریں اور جو بھی طریقے وعمل اس کی تقرب ورضا کا سبب بن سکتے ہیں اس کیلئے کوشاں رہیں۔ اخیر میں اللہ سے دعا ہے کہ ہم سب کیلئے اس عشرہ کو عبادت اور خیر وبرکت کا عشرہ بنائے اور زیادہ سے زیادہ افعال خیر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین یارب العالمین)

❖ ❖ ❖

اداریہ

کیا اب بھی ہماری آنکھیں نہیں کھلیں گی

محمد مقیم فیضی

اس وقت شام وعراق میں وحشت وبربریت اور درندگی کی وہ انسانیت سوز تاریخ رقم کی جارہی ہے جس کے سامنے ہلاکو وچنگیز کی ستم رانیوں کی داستان بھی ہیچ نظر آتی ہے، ہر طرف قتل عام، انسانی خون کی ارزانی اور حیرت انگیز تباہیوں اور بربادیوں کا وہ عالم ہے کہ جس کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں، سیریا میں ایرانی روافض، روسی ملحد اور سیریائی نصیریوں اور لبنانی حزب اللہ کے گٹھ جوڑ اور یورپ وامریکا کی منصوبہ بند خاموش تائید وتوثیق نے ایسے ایسے المیے جنم دئے ہیں کہ جس سے پوری انسانیت شرمسار ہے، بیرل بموں، خطرناک میزائلوں اور اندھادھند فضائی بمباریوں سے نہ جانے کتنے خاندانوں کا وجود صفحہ ہستی سے مٹ چکا ہے، ہزاروں زخمی اور لاکھوں دربدر ہوچکے ہیں، سہمے اور گھبرائے ہوئے معصوم بچے لمحوں میں لقمۂ اجل ہوجاتے ہیں، عورتوں اور بوڑھوں کو دانستہ نشانا بنایا جاتا ہے اور انہیں خاک وخون میں تڑپتا ہوا چھوڑ دیا جاتا ہے، ایران ایک لمبے عرصے سے اس صورت حال کے لئے منصوبہ بندی اور عملی سازشیں کرتا رہا ہے اور بشار اسد جیسے انسانیت کے مجرموں اور خونخوار وحشیوں کی پیٹھ ٹھونک ٹھونک انہیں بھیانک ترین مظالم کی نئی تاریخ رقم کرنے کے گر سکھاتا چلا آرہا ہے اس کے فوجی جنرل، اس کے سپاہی اور اس کی دولت کا انبار اس کام کے لئے وقف چلے آتے ہیں، اس کی نظر دراصل پورے خطہ عرب میں ممکنہ حد تک سنیوں کا صفایا کرکے غاصبانہ قبضے اور تسلط پر ہے، امریکا اور یورپ کا مفاد بھی رافضیوں ہی سے جڑا ہوا ہے اور وہ سنیوں کو اپنی راہ کا سب سے بڑا روڑا سمجھ رہے ہیں ملحد روس تو کب سے سعودیہ اور سنیوں سے کھار کھائے بیٹھا ہے اور اسے موقعوں ہی کی تلاش رہی ہے، افغانستان کے بعد خود اپنے ہی علاقے میں متعدد شرمناک ہزیمتوں کے پیچھے اسے سنی مسلمان ہی دکھائی دیتے ہیں اور وہ یہی سمجھتا ہے کہ ان سب کی تائید سعودیہ سے ہوتی ہے اور اس کے پیچھے سعودیہ ہی کی طاقت کارفرما نظر آتی ہے۔ اس لئے وہ بہت دنوں سے انتقام کے لئے پر تولتا رہا ہے۔ ان ساری طاقتوں نے ملک افغانستان کو شیعوں کے حوالے کردیا ہے، مجرم بشار اسد کی حمایت میں انہیں اسرائیل کے مفاد کے ساتھ ایرانی عزائم کی تکمیل اور اس کے پیچھے اپنے مفادات کی حفاظت صاف صاف دکھائی دیتی ہے، بحرین میں رافضی تحریک پورے طور سے شر انگیزی اور مسلح انقلاب کے لئے ایران کی مدد سے کوشاں ہے، کویت پر بھی ایران کی نظر ہے، سعودیہ میں بھی قطیف اور شیعہ آبادی والے منطقہ شرقیہ میں ان کی شرانگیزیوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے اور وہ انتظامیہ اور پولیس کے افراد کو بھی قتل کرنے سے باز نہیں آتے، اور عراق کے راستے اسلحہ اور دھماکہ خیز اشیاء لاتے ہوئے سعودیہ میں متعدد بار شیعہ نوجوان اور افراد گرفت میں لئے گئے جو داعش کے ممبران کے لئے یہ سارے سامان پہنچانے کا کام کرتے تھے اور انہیں اسلحوں اور دھماکہ خیز اشیاء کے ذریعہ داعش کے ممبران تخریب کاری کا کام کرتے ہیں جبکہ حیرت انگیز

پلاننگ کا کمال یہ ہے کہ سامان پہنچانے والے اور وصول کرنے والے باہمی طور پر ایک دوسرے کو نہیں جانتے، بس سامان کسی مخصوص جگہ پر رکھ دیا جاتا ہے اور وصول کرنے والے اسے وہاں سے وصول کر لیتے ہیں۔ یمن میں ایران نے کھل کر حوثیوں کو بغاوت پر آمادہ کیا اور دامے درمے قدمے سخنے ہر طرح ان کی مدد کی اور وہ یمن پر تسلط جمانے کے بعد سعودیہ کو ٹارگٹ بنا رہے تھے کہ اللہ کے فضل سے عربوں نے جلد ہی اس کا نوٹس لے لیا اور بروقت اقدام سے انہیں مناسب سبق سکھانے میں کامیاب رہے، ایران نے عراق سے متصل عربوں کے خطے اہواز پر پہلے ہی غاصبانہ قبضہ کر رکھا ہے اور وہاں سنیوں پر ایسے ایسے وحشت خیز مظالم ڈھائے ہیں کہ حقوق انسانی کی تنظیمیں یورپ اور امریکا کی ہونے کے باوجود چیخ پڑی ہیں اور ان کی آنکھوں سے بھی آنسو نکل آئے ہیں، وہاں کے عربوں کے لئے عربی زبان کی تعلیم پر پابندی، ان کے مدارس پر پابندی، بے شمار نوجوانوں کو بات بات پر گولی سے اڑا دینا یا سولی پر لٹکا دینا روزمرہ کی کہانی ہو چکی ہے، اس کے لئے نہ کوئی داد ہے نہ فریاد جو کسی طرح سود مند ہو سکے، عورتیں اور بچے تک ان کی بربریت سے محفوظ نہیں ہیں، جب چاہتے ہیں پاسداران انقلاب کے سپاہی انہیں گھروں میں گھس کر اٹھا لے جاتے ہیں اور مختلف تہمتوں کے ساتھ برسوں جیلوں میں سڑا دیتے ہیں اور وہاں ان کے ساتھ جو حرکتیں کی جاتی ہیں وہ بیان سے باہر ہیں۔ عراق پورے طور پر شیعوں بلکہ ایران کے حوالے کیا جا چکا ہے اور داعش اور القاعدہ جو ایران ہی کے پروردہ ہیں اور ان کے قائد ایران میں لمبی تربیت حاصل کر کے آئے ہیں انہیں سنیوں کا امام بنا کر سنیوں کا صفایا کرنے کی کامیاب سازش رچی گئی جس کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں ہے مگر اس کے دلائل بہت سے ہیں، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ تمام افراد جو القاعدہ یا داعش سے جڑے ہوئے تھے وہ سب جان بوجھ کر ایران اور امریکا کا آلہ کار بنے ہوئے تھے، نہیں ایسی بات ہرگز نہیں ہے مگر جو ہاتھ ان کی ڈور نچا رہے تھے ان کی آقائیت ایران اور امریکا سے متعلق تھی، جذباتی تقریروں اور تحریروں سے دھوکہ کھانے والے چاہے جتنا واویلا کریں حقیقت یہی ہے۔

القاعدہ اور داعش نے تقریباً ہر جگہ یہی کام کیا ہے کہ آ بیل مجھے مار اور اسی کے لئے انہیں کھڑا بھی کیا گیا تھا کہ جگہ بہ جگہ جذباتی نوجوانوں کا ٹولہ جمع کیا جائے اور انہیں اسلام اور مسلمانوں کی مظلومیت کے نام پر اس قدر مشتعل کیا جائے اور بھڑکایا جائے کہ وہ ہر طرح کے انجام سے بے پرواہ ہو کر کچھ الٹے سیدھے قدم اٹھائیں اور انتہا پسندی کے مظاہرے کریں اور اس کے لئے غیر شعوری طور پر وہ وسائل بھی ان کے ہاتھوں میں پہنچا دئے گئے جس سے وہ چھیڑ خوانی کر کے اپنی موت کا سامان تو کریں ہی اپنی قوم کو بھی بھیانک تباہی کے دہانے پر لا کھڑی کریں اور ان کی ان حرکتوں کو دلیل بنا کر وہ طاقتیں جنھوں نے انہیں چارے کے طور پر استعمال کیا تھا پوری قوم کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں، ان دنوں عراق میں بھی یہی ہوا داعش کو اسلحے فراہم کئے گئے اور اس قدر ڈھیل دی گئی کہ وہ ہر طرف اپنی نادانیوں کے مظاہرے اور اس سے زیادہ اعلان اور ایڈورٹائز کریں بلکہ خود انہیں طاقتوں نے خوب خوب ان کی پہلوانی کے ڈھنڈھورے پیٹے اور انہیں دنیا کا سب سے بڑا خطرہ بنا کر پیش کیا اور ان سے ڈر جانے کی اداکاریاں بھی کیں پھر جب پوری طرح ان کے خلاف اپنی رائے عامہ ہموار کر لی اور اپنی تیاری مکمل کر لی تو الٹی گنتی شروع کر دی گئی، سارے سورما اپنی اپنی بلوں میں چلے گئے، جذباتی نوجوان اپنے عاجلانہ اقدامات کی

بھینٹ چڑھ گئے اور باقی بچ گئے وہ سنی عوام جو پہلے ہی چوٹ پر چوٹ کھائے ہوئے تھے تو وہ چوہوں کی طرح گھیر کر مار لئے گئے اور انہیں بھاگنے کی بھی جگہ نہیں مل رہی ہے، ایران کے ملاؤں نے جہاد کفائی کا فتوی صادر کر کے عراق میں شیعہ عوام اور ملیشیاؤں پر مشتمل ایک عوامی فوج بنائی ہے جسے ایرانی حکومت اور اس کی آلۂ کار عراقی حکومت دونوں کی تائید حاصل ہے بلکہ انہیں سرکاری حیثیت، تنخواہیں اور رمراعات بھی حاصل ہیں اور مکمل صفایا اور قتل عام کا جو کام فوج نہیں کر پاتی ہے وہ حکومت کے وزراء اور شیعہ لیڈروں اور ملاؤں کی رہنمائی میں یہ (الحشد الشعبی) عوامی بھیڑ یا عوامی فوج اسے انجام دیتی ہے۔ انھوں نے بے قصور لوگوں کے گھروں کو بموں سے اڑا دیا، قتل عام مچایا، لوگوں کو پکڑ کر ان کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی اور ان کے ہاتھ پاؤں باندھ کر انہیں ڈنڈوں سے اس حد تک پیٹا گیا کہ ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی اور ایسے جنگی جرائم عمل میں لائے گئے کہ حقوق انسانی کی تنظیمیں، بچوں کے حقوق کی تنظیمیں اور ایمنسٹی انٹرنیشنل کے نمائندوں نے بھی با قاعدہ پوری دنیا میں ان کے جرائم کی رپورٹیں شائع کرائیں، اور عراق کے ھیئۃ علماء المسلمین کے دفتر نظامت نے بھی ایک بیان شائع کیا ہے جو ۱۴/ ۱۱/ ۱۴۳۷ھ کو ان کی سائٹ "الھیئۃ نت" پر ڈالا گیا تھا، اس میں آیا ہے کہ: گروہی فرقہ پرست ملیشیاؤں کے مختلف گروپوں نے جنھیں (الحشد الشعبی) عوامی بھیڑ کا نام دیا گیا ہے منطقہ (حامضیہ) میں جو صوبۂ انبار کے مرکز شہر رمادی کے مشرق میں واقع ہے (۱۵۰) گھروں کو آگ لگا دی ہے اور انہیں پوری طرح تباہ کر دیا ہے (زبیر بن العوام) نامی جامع مسجد کو جو جلایا اور تباہ کیا ہے وہ اس پر مستزاد ہے جو علاقے کی سب سے قدیم مسجد ہے اور اسی علاقے کی مسجد (بخاری) میں بھی انھوں نے آگ لگا دی ہے۔

اور ھیئۃ (جمعیت) کے خصوصی ذرائع نے واضح کیا ہے کہ علاقے کے تین ہزار سے زائد کشادہ مکانات جہاں سے (تنظیم الدولۃ) (یعنی داعش) نے چند مہینوں پیشتر پسپائی اختیار کرتے ہوئے انہیں خالی کر دیا تھا، اچانک پچھلے دو ہفتوں سے وہاں روز افزوں مجرمانہ کارروائیاں شروع کر دی گئیں جن کی ابتدا (الحشد الشعبی) عوامی بھیڑ کے لیڈروں کی طلب پر (علی اکبر) کی ملیشیا کی آمد کے ساتھ ہی ہو گئی تھی پھر تو آتش زنی اور تخریب کاری کے جرائم وسیع پیمانے پر انجام دئے گئے اور کوئی بھی ان ملیشاؤں کے سامنے کھڑے ہونے اور ان جرائم سے ان کا ہاتھ روک لینے کی جرأت نہیں کر سکا۔

ان فرقہ پرست گروہی (یعنی شیعہ) ملیشیاؤں کے مسلسل انجام دئے جانے والے جرائم عام مجرمانہ سلوک اور منصوبہ بند طریقے پر اختیار کردہ عمومی رویے کی خبر دیتے ہیں جو ان فرقہ وارانہ ملیشیاؤں کی طرف سے اپنائے جاتے ہیں جو ایران سے مربوط ہیں اور انہیں رہنمائی اور تعاون اور حمایت وہیں سے ملتی ہے، اور وہ ان کے واسطے سے شہروں کو تباہ کر کے وہاں کے باشندوں کو ہجرت پر مجبور کر رہا ہے اور دوبارہ ان کے وہاں آنے کا راستہ مسدود کر دے رہا ہے، تاکہ ان صوبوں اور یہاں کے باشندوں کے تمام وسائل و مقدرات پر قابض ہو جائے، اور وہاں باقی ماندہ زندگی کے آثار اور معاشی آسودگی کا مکمل طور پر خاتمہ ہو جائے؛ اور وہ محتاج اور فقیر ہو کر خانہ بدوشی اور دربدری کی زندگی پر مجبور ہو جائیں، اور اس سلسلے میں ان گروپوں کو عراقی حکومت کی پوری حمایت اور پشت پناہی حاصل ہے جس کی وجہ سے ان کے جرائم اور اس خطے کے لوگوں کے حقوق کی پامالی کی پردہ پوشی ہو جاتی ہے۔ انتھی!

اور جب اس سے بہت پہلے سعودی وزیر خارجہ عادل الجبیر نے (الحشد الشعبی) یعنی فرقہ پرست شیعہ عوامی فوج کے خاتمے کا مطالبہ کیا تھا تو عراق کے شیعہ وزیر اعظم حیدر عبادی ہتھے سے اکھڑ گئے تھے اور بڑے تیکھے تیوروں میں جواب دیا تھا کہ سعودیہ کو عراق کے داخلی معاملے میں دخل اندازی سے باز رہنا چاہئے جب کہ ایران کی ان کھلی ہوئی دخل اندازیوں کا پرجوش خیر مقدم کیا تھا جو صاف صاف غنڈہ گردی اور علاقے میں شیعہ دہشت گردی کو فروغ دینے کی سیاست پر مبنی تھیں۔

یہ طاقتیں کس طرح ایک ایک کو توڑ کر انتقام لیتی ہیں اس کا مظاہرہ جناب طیب اردگان صاحب کے ساتھ ترکی میں ہوا جب انھوں نے دیکھا کہ یہ جناب شامی سنیوں اور علاقے کے مسلمانوں کے حق میں آواز بلند کرتے ہیں یا سعودی حکومت کی حمایت میں بیان دیتے ہیں بلکہ جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک روسی طیارہ مار گراتے ہیں تو خود ان کے ملک ہی میں ان کی گھیرا بندی کی گئی اور امریکا نے انہیں یہ پیغام دیا کہ بہت اونچے سروں میں بولنے کا انجام خلاف توقع بھی ہوسکتا ہے یہاں تک کہ اردگان صاحب بھاگ کر اسی اسلام دشمن پوتن سے ہاتھ ملانے پر اور اس کے ساتھ خیر سگالی نشست پر مجبور ہو گئے جسے کل تک للکار رہے تھے۔

اس کے بعد روس کے لئے بھی میدان صاف ہو گیا اور وہ لیبیا اور قبرص کے محاذوں پر منہ کی کھانے کے بعد سیریا کے میدان کو ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہتا اور وہاں بلا تفریق بے قصور عوام پر اندھا دھند بمباری کر رہا ہے اور عالمی جنگی اصولوں کے مطابق خود اعلان کئے ہوئے جنگ بندی کی حرمت کو پامال کرتے ہوئے اپنی گولہ باری کا سلسلہ اچانک شروع کر کے معصوم جانیں لے لیتا ہے، یونیسیف کی تازہ رپورٹ کے مطابق ایک لاکھ بچے حلب میں محصور ہیں اور سخت خوف و دہشت کے عالم میں زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔

ایران نے اپنی سازش سے سوڈان کو بھی نہیں بخشا اور وہاں کے خالص سنی خطے میں شیعہ مذہب کی نشر و اشاعت کا ایک لمبا نٹ ورک قائم کر دیا تھا اور بڑی مشکل سے سوڈان والوں کی جان اس سے چھوٹی، مصر میں مرسی صاحب پورے طور پر ایران کے لئے اپنے ملک کا دروازہ چوپٹ کھول چکے تھے، وہ تو اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ وہ خود ہی اپنی کرسی نہیں بچا سکے اور رخصت ہو گئے۔

افسوس تو سنی مسلمانوں کے روے پر ہے جو اس عالمی سیاست کی خطرناک چالوں کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے آج بھی پرانی زندگی اور وہی غفلت اور لاپرواہی والی زندگی جئے جا رہے ہیں بلکہ ہمارے ملک کے سپوت سلمان ندوی جیسے اسکالر سعودیہ اور وہابیوں اور سلفیوں کے خلاف اپنے دل کے پھپھولے پھوڑتے ہوئے ایران کی جے بولنے سے بھی باز نہیں آتے اور ان کی اخلاقی جرأت اس وقت موت کا شکار ہوجاتی ہے جب بات ایران اور شیعوں کی آجاتی ہے اور ان کی بربریت اور ستم رانیوں کے خلاف ایک جملہ ان کی زبان یا قلم سے نہیں نکلتا مگر اسی پیرائے میں کہ وہ سارا الزام سعودیہ کے سر ڈال سکیں۔ دوسری طرف ہمارے یہاں کے تحریکی مولوی ہیں جو بڑی بڑی ٹوپیاں لگا کر ایرانی سفیر کو پیغام محبت دینے جاتے ہیں، اور صوفیوں کا تو باوا آدم ہی نرالا ہے، حالانکہ شام اور عراق میں بلا تفریق سنیوں کو نشانا بنایا گیا اور انہیں صفحۂ ہستی سے مٹا دینے یا ان کا دینی وجود اور جذبہ پورے طور پر ختم کر دینے کی مکمل کوشش جاری ہے۔ کیا اب بھی ہماری آنکھیں نہیں کھلیں گی، اللہ تعالیٰ ہمیں جلد ہی حالات کو سمجھ لینے کی توفیق عطا فرمائے۔

❖ ❖ ❖

(۲)

عقیدہ ومنہج

تبرکات- کتاب وسنت کے آئینہ میں

● ابوعبداللہ عنایت اللہ سنابلی مدنی

۴- بعض مبارک اوقات میں برکت کا حصول:

اللہ تعالیٰ نے بعض اوقات میں بھی برکت رکھی ہے، جیسے ماہ رمضان، شب قدر، رات کا تہائی حصہ، جمعہ، جمعرات، پیر، حرام مہینے، ذی الحجہ کے ابتدائی دس دن، یوم عرفہ، ایام تشریق وغیرہ، ان اوقات سے شرعی ضوابط کے مطابق تبرک کا حصول جائز ہے، چند دلیلیں درج ذیل ہیں:

۱- ماہ رمضان کے بارے میں ارشاد نبوی ہے: ''مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ'' (متفق علیہ)۔

''جس نے ایمان کی حالت میں اور ثواب کی نیت سے رمضان کے روزے رکھے اس کے پچھلے سارے گناہ بخش دیئے جائیں گے''۔

۲- شب قدر کے سلسلہ میں فرمان نبوی ہے: ''مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ'' (متفق علیہ)۔

''جس نے ایمان کی حالت میں اور ثواب کی نیت سے شب قدر میں عبادت کی اس کے پچھلے سارے گناہ بخش دیئے جائیں گے''۔

۳- ''صِيَامُ يَوْمِ عَرَفَةَ، أَحْتَسِبُ عَلَى اللهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ، وَالسَّنَةَ الَّتِي بَعْدَهُ، وَصِيَامُ يَوْمِ عَاشُورَاءَ، أَحْتَسِبُ عَلَى اللهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ'' (مسلم:1162)۔

یوم عرفہ کا روزہ دو سال کے گناہوں کا اور عاشوراء کا روزہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے۔

۴- '' تُفْتَحُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ، وَيَوْمَ الْخَمِيسِ، فَيُغْفَرُ لِكُلِّ عَبْدٍ لَا يُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا، إِلَّا رَجُلًا كَانَتْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَخِيهِ شَحْنَاءُ'' (مسلم:2565)۔

جنت کے دروازے پیر اور جمعرات کو کھولے جاتے ہیں اور ہر مومن (غیر مشرک) کی مغفرت ہو جاتی ہے، سوائے اس شخص کے جس کا کسی مسلمان بھائی سے اختلاف ہو''۔

۵- '' يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالَى كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا حِينَ يَبْقَى ثُلُثُ اللَّيْلِ الآخِرُ يَقُولُ: مَنْ يَدْعُونِي، فَأَسْتَجِيبَ لَهُ مَنْ يَسْأَلُنِي فَأُعْطِيَهُ، مَنْ يَسْتَغْفِرُنِي فَأَغْفِرَ لَهُ'' (بخاری:1145)۔

رات کے آخری تہائی حصہ میں اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے، اور کہتا ہے کون مجھے پکارے کہ میں اس کی دعا قبول کروں، کون مجھ سے مانگے کہ میں اسے دوں، اور کون مجھ سے بخشش طلب کرے کہ میں اسے بخش دوں۔

۵- بعض کھانے پینے وغیرہ کی اشیاء سے برکت کا حصول:

کھانے پینے کی بہت ساری چیزوں میں اللہ نے برکت رکھی ہے، مثلاً زمزم، زیتون، دودھ، بارش کا پانی، کھجور، شہد، کلونجی، عجوہ، (كمأة) کھمبی، سحری، وغیرہ، اسی طرح بعض جانور مثلاً گھوڑے، بکری وغیرہ بھی مبارک ہیں، بغرض اختصار چند کی

دلیلیں درج ذیل ہیں:

۱۔ زیتون کے بارے میں اللہ نے فرمایا: {يُوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ}۔

''ایک بابرکت درخت زیتون کے تیل سے جلایا جاتا ہے'' (النور: ۳۵)۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ائْتَدِمُوا بِالزَّيْتِ، وَادَّهِنُوا بِهِ، فَإِنَّهُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ'' (ابن ماجہ: 3319، دیکھئے: صحیح الجامع: 18، والصحیحۃ: 379)۔

''زیتون کے تیل کو سالن کے طور پر استعمال کرو، اور اسے جسم پر لگاؤ، کیونکہ وہ ایک بابرکت درخت کا تیل ہے''۔

۲۔ دودھ کے بارے میں ارشاد فرمایا: ''مَنْ سَقَاهُ اللَّهُ لَبَنًا، فَلْيَقُلِ اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيهِ، وَزِدْنَا مِنْهُ، فَإِنِّي لَا أَعْلَمُ مَا يُجْزِئُ مِنَ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ، إِلَّا اللَّبَنُ'' (ابن ماجہ: 3322، دیکھئے: صحیح الجامع: 6045، والصحیحہ: 2320)۔

''اللہ تعالیٰ جسے دودھ سے سیراب کرے وہ کہے: اے اللہ! ہمیں اس میں برکت عطا فرما اور مزید دے، کیونکہ میں نہیں جانتا کہ کھانے اور پینے کی حاجت کو دودھ کے علاوہ بھی کوئی چیز کفایت کرتی ہو''۔

۳۔ کلونجی کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''إِنَّ فِي الْحَبَّةِ السَّوْدَاءِ شِفَاءً مِنْ كُلِّ دَاءٍ، إِلَّا السَّامَ'' (ابن ماجہ: 3447، دیکھئے: الصحیحہ: 1069، وصحیح الجامع: 4083)۔

''کلونجی میں ہر مرض کا علاج ہے سوائے موت کے''۔

۴۔ عجوہ کے بارے میں فرمایا: ''مَنْ تَصَبَّحَ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعَ تَمَرَاتٍ عَجْوَةً، لَمْ يَضُرَّهُ فِي ذَلِكَ اليَوْمِ سُمٌّ وَلاَ سِحْرٌ'' (بخاری: 5445)۔

''جس نے صبح سویرے سات عجوہ کھجوریں کھائیں، اسے دن بھر نہ تو کوئی زہر نقصان پہنچائے گا اور نہ ہی جادو''۔

۵۔ (کمأۃ) کھمبی کے بارے میں فرمایا: ''الكَمْأَةُ مِنَ المَنِّ، وَمَاؤُهَا شِفَاءٌ لِلْعَيْنِ'' (بخاری: 4478)۔

''کھمبی مَنّ (حلوہ نما شہد سے زیادہ شیریں اور دودھ سے زیادہ سفید ایک کھانا جو بنی اسرائیل کیلئے نازل ہوتا تھا) میں سے ہے، (یعنی من کی طرح بلا مشقت حاصل ہوتا ہے) اور اس کا پانی آنکھ کیلئے شفا ہے''۔

ممنوع تبرکات اور اس کی قسمیں:

ذیل میں بعض ان ممنوع اور ناجائز تبرکات کا ذکر کیا جاتا ہے جن میں بعض مسلمان جہالت اور لاعلمی کے سبب مبتلا ہیں:

۱۔ نبی کریم ﷺ سے آپ کی وفات کے بعد برکت کا حصول:

نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی ذات سے صرف درج ذیل دو صورتوں میں تبرک حاصل کرنا جائز ہے:

۱۔ آپ ﷺ پر ایمان لانا اور آپ کی اطاعت اور اتباع کرنا۔

۲۔ ان تمام چیزوں سے تبرک کا حصول جو آپ ﷺ کے جسم مبارک سے جدا ہوئی ہیں، مثلاً آپ کے کپڑے، بال اور برتن وغیرہ۔

ان دونوں صورتوں کے علاوہ اور کسی چیز سے برکت کا حصول جائز نہیں، چنانچہ آپ کی قبر سے تبرک حاصل کرنا، خصوصی زیارت کیلئے سفر کرنا (نبی کریم ﷺ کی قبر کی زیارت کی فضیلت میں تقریباً چودہ روایتیں وارد ہیں، لیکن یہ ساری روایتیں ضعیف، موضوع، جھوٹی اور بے اصل ہیں)، نبی کریم ﷺ سے دعا کرنا یا سفارش طلب کرنا، کسی پریشانی کے ازالہ کیلئے فریاد کرنا، تبرک یا قبولیت دعا کی امید سے آپ کی قبر کے پاس دعا

کرنا، یا وہاں کوئی عبادت کرنا، دیر تک کھڑے رہنا یا بیٹھنا، قبر کا طواف کرنا، قرآن کی تلاوت کرنا، آواز بلند کرنا، قبر کو چھونا، چومنا یا بوسہ دینا، ہجرۂ عائشہ کو تبرک کی خاطر ہاتھ لگانا، پیٹ، پیٹھ یا سر وغیرہ کو قبر کی دیوار سے مس کرنا، اس کا استقبال کرنا، یہ ساری چیزیں گھناؤنی قسم کی بدعات اور شرک کا ذریعہ ہیں، نبی کریم ﷺ نے ان تمام چیزوں سے منع فرمایا ہے۔

اسی طرح جن جگہوں پر آپ بیٹھے ہیں یا نماز ادا کی ہے، تبرک کی خاطر وہاں جانا، کسی عبادت کیلئے اس کی تلاش کرنا، قدم مبارک کے نشان سے تبرک حاصل کرنا، (جس کے صحیح ہونے کی کوئی دلیل نہیں، جیسا کہ محققین نے وضاحت کی ہے، دیکھئے: التبرک انواعہ وأحکامہ، از ڈاکٹر ناصر الجدیع، ص: ۳۵۳)، اسی طرح آپ کی ہتھیلی، کہنی اور سر وغیرہ کے نشان سے تبرک حاصل کرنا، آپ کی تاریخ، شب یا جائے پیدائش سے تبرک حاصل کرنا، یا جشن منانا، اسی طرح شب معراج، شب ہجرت، وغیرہ سے تبرک حاصل کرنا، یا اس کی مناسبت سے جشن منانا وغیرہ، یہ ساری چیزیں بدعات وخرافات ہیں جن سے نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے اور امت کو ان سے ڈرایا ہے، سلف صالحین حضرات صحابہ وتابعین نے بھی ان کاموں سے منع فرمایا ہے، چنانچہ عمر نے جب لوگوں کو اس درخت کے پاس جاتے دیکھا جس کے نیچے بیعت رضوان ہوئی تھی تو اسے کاٹنے کا حکم دیا۔ علی بن الحسین نے جب ایک شخص کو قبر نبوی ﷺ کے پاس ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہوئے دیکھا تو اسے اس سے منع فرمادیا۔ **(التبرک أنواعه وأحكامه**، از ڈاکٹر ناصر الجدیع، ص: ۳۱۵-۳۸۰)

۲- صالحین اور نیکوکاروں سے تبرک کا حصول:

صالح اور نیک لوگوں سے حصول برکت کا جواز صرف ان کی زندگی میں ان کے علم سے فائدہ اٹھانے، ان سے دعا کروانے ان کی مجلسوں میں شرکت کرنے، اور ان کی وفات کے بعد ان کے علمی ورثہ سے فائدہ اٹھانے کی حد تک ہے، اس کے علاوہ بقیہ تبرکات حرام اور ناجائز ہیں۔

چنانچہ حصول برکت کی خاطر انہیں چومنا، بوسہ دینا، یا ان کے آثار ونشانات چومنا، یا کسی زندہ یا مردہ نیک شخص کے ہاتھ یا پاؤں وغیرہ کو تبرک کی خاطر چومنا، ان کے بال، تھوک، پسینے وغیرہ سے تبرک حاصل کرنا، ان کے وضو کے پانی کو تبرکاً پینا، یا ان کے لباس وغیرہ کو تبرک کی خاطر حفاظت سے رکھنا، ان کے آثار مثلاً ان کے بیٹھنے، سونے، یا نماز وغیرہ پڑھنے کی جگہوں سے تبرک حاصل کرنا ان کی پیدائش کی جگہوں سے تبرک حاصل کرنا، مرنے کے بعد ان کی قبروں سے تبرک اور فیض حاصل کرنا، ان کی زیارت کرنا، طواف کرنا، وہاں دعا کرنا، دعاء میں ان کا وسیلہ لینا، ان کی طرف چہرہ کرنا، انہیں پکارنا، حاجت برابری کا سوال کرنا، ان کی قبروں کے پاس عبادت کرنا، قبروں کو تبرک کی خاطر چھونا، انہیں بوسہ دینا، وہاں اعتکاف ومراقبہ اور مجاوری کرنا، ان پر غلاف چڑھانا، نذر ونیاز کرنا، چراغاں کرنا، ان پر مساجد اور قبہ بنانا، ان کی تزئین وآرائش کرنا، ان کی یوم پیدائش سے تبرک حاصل کرنا، ان پر جشن منانا، ان کا تیجا، دسواں، چالیسواں اور برسی منانا وغیرہ، یہ ساری چیزیں شرعاً حرام اور ناجائز ہیں، جس کی دلیلیں کتاب سنت میں بے شمار ہیں، خواہ یہ صالحین انبیاء یا صحابہ یا تابعین یا امت کی دیگر مقدس ہستیاں ہی کیوں نہ ہوں۔ **(التبرک أنواعه وأحكامه**، از ڈاکٹر ناصر الجدیع، ص: ۳۸۱-۴۱۸)

۳- بعض پہاڑوں اور مقامات سے برکت کا حصول:

مبارک جگہیں صرف مساجد، اسی طرح مکہ، مدینہ، شام، یمن اور مشاعر مقدسہ عرفہ، منیٰ اور مزدلفہ وغیرہ ہیں، ان کے علاوہ بقیہ کسی بھی جگہ سے تبرک حاصل کرنا جائز نہیں، چاہے کوئی

درخت ہو، یا چشمہ ہو، یا نہر ہو، یا پہاڑ ہو، یا غار ہو ، یا کوئی مقدس گھر ہو، اور خواہ تبرک کی نوعیت اسے چھونا، یا بوسہ دینا، یا طواف کرنا، یا کسی عبادت کیلئے وہاں جانا، یا زیارت کیلئے سفر کرنا یا جو کچھ بھی ہو۔

اس سلسلہ میں ناجائز تبرکات مندرجہ ذیل جگہوں میں پائے جاتے ہیں:

☆ مکہ میں پائے جانے والے ناجائز تبرکات:

۱۔کعبہ شریف: کعبہ سے صرف کعبہ کا طواف اور حجر اسود کا بوسہ اور رکن یمانی کو چھونا مشروع ہے، اس لئے عین خانہ کعبہ سے تبرک حاصل کرنا، اس کے درو دیوار، مقام ابراہیم،

اور غلاف کعبہ کو چھونا، اسے بوسہ دینا، اس سے جسم کو لگانا اور رخسار وغیرہ کو رگڑنا بدعت اور ناجائز ہے۔

۲۔عام مساجد: مکہ مکرمہ میں مسجد حرام کے علاوہ کسی بھی مسجد کا نماز یا کسی بھی غرض سے قصد کرنا جائز نہیں، چنانچہ مسجد رایہ، مسجد الجن، مسجد الاجابہ، مسجد ابوبکر صدیق، مسجد بیعۃ العقبہ یا اور کسی بھی مسجد کا کسی بھی قسم کی عبادت کیلئے قصد کرنا یا تبرک کی خاطر وہاں جانا، انہیں چومنا، ان کی درو دیوار کو چھونا، وہاں سے مٹی لانا وغیرہ بدعات وخرافات ہیں، دین اسلام میں ان کوئی اصل نہیں۔

۳۔پہاڑ: مکہ مکرمہ یا کسی بھی جگہ کے کسی بھی پہاڑ کی کوئی خصوصیت یا فضیلت نہیں ہے، چنانچہ، غار حراء، غار ثور، جبل عرفہ (رحمت) جبل ابوقبیس، جبل ثبیر یا اور کسی بھی پہاڑ پر تبرک کیلئے جانا، اسے چھونا، بوسہ دینا، وہاں سے مٹی لانا اور اسے جسموں پر ملنا وغیرہ بدعات وخرافات ہیں۔

۴۔گھر (دیار): مکہ میں پائے جانے والے دیار مثلاً دار خدیجہؓ، دار دارارقمؓ اور دیگر گھروں کی کوئی فضیلت نہیں، اس لئے ان کا قصد کرنا، زیارت کیلئے جانا وغیرہ بدعت اور ناجائز ہے۔

۵۔قبریں: مکہ میں کسی بھی قبر یا قبرستان خواہ مقبرۂ معلاۃ (حجون قبرستان) ہی کیوں نہ ہو، کوئی فضیلت نہیں، لہٰذا ان سے تبرک حاصل کرنا جائز نہیں، سوائے مشروع زیارت کے۔

۶۔جائے پیدائش: مکہ میں کسی کی بھی جائے پیدائش، خواہ نبی کریم ﷺ، یا فاطمہ، یا علی بن ابی طالب کی ہو، ان سے تبرک حاصل کرنا جائز نہیں۔

☆ مدینہ منورہ میں پائے جانے والے ناجائز تبرکات:

۱۔مسجد نبوی: مسجد نبوی کی زیارت مسنون ہے، البتہ تبرک کی خاطر اس کی درو دیوار، کھمبوں، دروازوں، کھڑکیوں، محرابوں اور منبروں وغیرہ کو چھونا، انہیں چومنا یا ان کا طواف کرنا وغیرہ جائز نہیں۔

۲۔عام مسجدیں: مسجد نبوی کے علاوہ دیگر مساجد میں مسجد قباء کے علاوہ کسی بھی مسجد کا قصد کرنا جائز نہیں، چنانچہ مسجد جمعہ، مسجد قبلتین، مسجد اجابہ، مسجد فتح، مسجد مصلیٰ، یا دیگر مساجد کا حصول برکت کی خاطر یا ان میں تحیۃ المسجد کی ادائیگی یا کسی بھی عبادت کی خاطر قصد کرنا جائز نہیں۔

۳۔ پہاڑ: مدینہ کا مشہور تاریخی پہاڑ اُحد ہے، جس کی احادیث میں فضیلت وارد ہوئی ہے، لیکن زیارت، یا حصول برکت کی خاطر اس کا قصد کرنا جائز نہیں، کیونکہ اس کی شریعت میں کوئی دلیل نہیں۔

۴۔کنوے: مدینہ میں تقریباً سات کنوے متبرک مانے جاتے ہیں، جن میں اکثر کے نام ونشان مٹ چکے ہیں، سابقہ تمام امور کی طرح ان کنوؤں میں سے بھی کسی کنوے کا تبرک کی خاطر قصد کرنا جائز نہیں۔

۵۔قبرستان: مدینہ میں قبر نبوی اور صاحبین کی قبروں کے علاوہ صرف اہل بقیع غرقد، شہدائے اُحد، شہدائے بدر کی قبروں کی زیارت

مسنون ہے، البتہ وہاں جاکران سے تبرک حاصل کرنا، یا دیگر ناجائز اعمال انجام دینا سابقہ امور کی طرح حرام اور ناجائز ہیں۔

☆ شام میں پائے جانے والے ناجائز تبرکات:

۱۔ مسجد اقصیٰ: مسجد اقصیٰ کیلئے سفر کرنا مستحب ہے، اس طرح اس میں نماز، ذکر، دعا اور اعتکاف وغیرہ ہر وقت مشروع ہے، البتہ مساجد کی طرح اس کی درو دیوار کو چھونا، بوسہ دینا، اس سے تبرک حاصل کرنا اور اس کا طواف کرنا وغیرہ حرام ہے۔

۲۔ صخرۂ بیت المقدس: صخرہ کی فضیلت میں بے شمار اسرائیلی روایات وارد ہوئی ہیں، یہ ساری روایتیں ضعیف، موضوع اور بے اصل ہیں، اسی طرح اس میں نبی کریم ﷺ کے قدم مبارک اور عمامہ وغیرہ کی بات بھی بے اصل اور جھوٹ ہے، غرض صخرہ کی اسلام میں کوئی فضیلت نہیں، لہٰذا صخرہ کی تعظیم کرنا، اس سے تبرک حاصل کرنا، وہاں نماز

پڑھنا، اس کے گرد طواف کرنا، اسے چھونا یا بوسہ دینا وغیرہ حرام ہے، صخرہ پر قبہ کا وجود بھی عہد صحابہ کے بعد ہوا ہے۔

۳۔ عام مساجد: شام کی دیگر مساجد مثلاً جامع اموی دمشق، مسجد ابراہیم اور مسجد طور وغیرہ کی بھی کوئی فضیلت ثابت نہیں ہے، لہٰذا، ان سے بھی تبرک حاصل کرنا وغیرہ جائز نہیں۔

۴۔ پہاڑ: شام کے مشہور پہاڑ، جبل طور، جبل قاسیون اور جبل لبنان وغیرہ ہیں، ان پہاڑوں سے تبرک حاصل کرنا، یا عبادت وغیرہ کیلئے سفر کرنا جائز نہیں ہے۔

۵۔ قبریں: بلا شبہ ملک شام بے شمار انبیاء کرام کا وطن رہا ہے، اور وہاں بے شمار انبیاء کرام کی قبریں موجود ہیں، لیکن قطعیت کے ساتھ کسی بھی قبر کا پتہ نہیں، الغرض کسی قبر کی تعیین بھی ہوجائے، جیسے جمہور کے قول کے مطابق ابراہیم کی قبر معروف ہے، لیکن پھر بھی کسی قبر کی زیارت کیلئے سفر کرنا، اس سے تبرک حاصل کرنا وغیرہ اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔

ممنوع تبرکات کے اسباب:

ممنوع تبرکات کے اسباب میں سے دین سے جہالت، نیکوکار اور صالحین کی شانوں میں غلو، کفار، مشرکین اور اہل کتاب یہود و نصاریٰ کی مشابہت اور مکانی آثار و نشانات کی تعظیم کرنا وغیرہ ہیں۔ (التبرک أنواعه وأحكامه، از ڈاکٹر ناصر الجدیع، ص: ۴۶۷-۴۸۱)

ممنوع تبرکات کے آثار و مظاہر:

ممنوع تبرکات کے آثار و مظاہر بے شمار ہیں، بطور مثال چند مظاہر درج ذیل ہیں:

شرک اکبر، اگر تبرک فی نفسہ شرک اکبر ہو تو وہ ممنوع تبرکات سب سے عظیم اور خطرناک مظہر ہے، اور اگر تبرک شرک اکبر تک پہنچنے کا ذریعہ ہو تو اس کا شمار شرک اکبر کے وسائل میں سے ہوگا۔

اسی طرح ناجائز تبرکات کے مظاہر میں سے دین میں بدعات کی ایجاد، گناہوں کا ارتکاب، قسم قسم کے جھوٹ کا شکار ہونا، نصوص کی تحریف اور باطل تاویلات، سنتوں کا ضیاع، جاہلوں کو دھوکا دینا، اور نسلوں کو برباد کرنا وغیرہ ہیں۔

(التبرک أنواعه وأحكامه، از ڈاکٹر الجدیع، ص: ۴۸۳-۴۹۶)

ممنوع تبرکات کے دفاع کے وسائل و ذرائع:

ناجائز اور ممنوع تبرکات کے دفاع کے چند وسائل حسب ذیل ہیں:

علم کی نشر و اشاعت، صحیح اور حق منہج کی دعوت و تبلیغ، غلو اور ناجائز تبرکات کے وسائل کا ازالہ، اور اس طرح کے دیگر تمام ذرائع کا خاتمہ وغیرہ۔ (التبرک أنواعه وأحكامه، از ڈاکٹر الجدیع، ص: ۴۹۷-۵۰۶) **وصلى الله وسلم على نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين۔**

۞۞۞

فروعی مسائل: تشدّد اور تساہل کے دو رویے ہیں

سرفراز فیضی : داعی صوبائی جمعیت اہل حدیث، ممبئی

دین میں سارے اوامر و نواہی ایک درجے کے نہیں۔ طلب کی تاکید اور نہی کی تشدید کے اعتبار سے امور شریعت کے درجات اور مراتب مختلف ہیں۔ دین میں گمراہی جس طرح شریعت کے اوامر کو نظر انداز کر دینے اور نواہی کے ارتکاب سے پیدا ہوتی ہے اسی طرح دینی بے راہ روی کا ایک سبب شریعت کے امور میں اللہ کی طرف سے طے کیے گئے مراتب کا لحاظ نہ کرنا بھی ہے۔ بدعت اور اھواء پرستی کی ایک شکل یہ بھی ہے بندہ دینی امور میں شریعت کی جانب سے طے کیے گئے مراتب کو پس پشت ڈال دے اور دینی ترجیحات میں بجائے شریعت کی منشاء کے اپنے ذوق اور خیالات کو دلیل بنالے جس طرح ایمان والے بندے کے لیے اللہ رب العزّت کے اوامر کا امتثال اور اس کے نواہی سے اجتناب ضروری ہے اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ دینی امور میں اللہ رب العزّت کی جانب سے طے کیے گئے مراتب کا لحاظ کرے۔ دین کے معاملہ میں مراتب کا لحاظ نہ کرنا ہر زمانہ میں مختلف جماعتوں کی گمراہی کا سبب رہا ہے۔ اہل بیت سے محبّت بلاشبہ دین میں مطلوب اور محمود شئی ہے۔ لیکن روافض نے اس مستحسن عمل میں غلو کیا اور اس غلو نے ان کو گمراہی کے راستے پر ڈال دیا۔ کبائر کا ارتکاب بلاشبہ اللہ کے عذاب کا موجب ہے لیکن خوارج اور معتزلہ نے اس معاملہ میں ایسی شدّت اختیار کی کہ اہل کبائر کو سرے سے ایمان سے خارج قرار دیا۔ تصدیق قلب اور اقرار باللسان بلاشبہ ایمان کا لازمی جزء ہیں لیکن مرجئہ نے محض تصدیق کو اور کرامیہ نے محض اقرار کو ایمان کے لیے کافی جانا۔ ائمہ کرام کی عظمت مسلّم ہے لیکن اس عظمت میں غلو بندوں کو تقلید کی گمراہیوں تک لے گیا تو دوسری طرف علماء امّت کی تحقیر اور ائمہ کرام کے مرتبے سے ناواقفیت نے غیر مقلّدیت، اعتزال جدید اور خارجیت جدیدہ کو جنم دیا۔ قرآن کی عظمت کا انکار کون کرسکتا ہے لیکن منکرین حدیث نے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کی تشریعی حیثیت کے انکار کو قرآن کی تعظیم کا تقاضہ سمجھا۔ الغرض گمراہ فرقوں کے منہج میں مراتب کا فرق نہ کر پانا ہمیشہ سے پایا گیا ہے۔

دینی امور کے مراتب اور درجات کو سمجھنے کے لیے دینی امور کو اصول اور فروع میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ اصول اور فروع کی یہ تقسیم صحابہ کے زمانہ میں نہیں تھی ۔ یہ تفریق سب سے پہلے معتزلہ ور دوسرے کلامی فرقوں نے کی۔ اس لیے علماء کا ایک طبقہ اس تقسیم کو صحیح نہیں مانتا۔ بلکہ ان کے نزدیک دین کے امور دو

اقسام کے ہیں، خبر اور طلب۔ جو بھی خبر ہے اس کی تصدیق اور ان پر ایمان ضروری ہے اور جو طلب ہے ان کو پورا کرنا لازم ہے۔ لیکن علماء نے بالعموم لا مشاحۃ فی الاصطلاح کے مدّنظر اس تقسیم کو ایک فنّی تعریف کی حیثیت سے قبول کیا ہے۔ امام ابن تیمیہ اور ابن القیّم وغیرہ ایک طرف اس تقسیم کے لیے ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہیں تو دوسری طرف ان اصطلاحات کا فن میں ایک معنیٰ متعیّن ہوجانے کی وجہ سے فنّی مجبوری کی وجہ سے استعمال بھی کرتے ہیں۔ حالانکہ اس تقسیم کی بنیاد پر دلائل کے قطعی اور ظنّی ہونے کی بنیاد پر دینی امور میں تفریق کرنے کو اسی طرح تکفیر میں اصول و فروع میں جہل کا عذر دینے کا رد بھی کرتے ہیں۔

فروعی میں اختلاف ہمارے یہاں اکثر بحث کا موضوع ہوتا ہے۔ فروعی مسائل میں پایا جانے والا رویہ بالعموم دو طرح کی انتہاؤں کا شکار ہے۔ ایک انتہاء افراط کی ہے اور دوسری تفریط کی۔ اعتدال کا موقف ان دونوں کے بیچ کا ہے۔ فروعی مسائل کے حوالہ سے ایک انتہاء تو شدت پسندی کی ہے۔ شدت پسندی یہ ہے کہ ان فروعی مسائل کو شریعت میں ان کے مقام سے آگے بڑھا کر انہیں محبت و نفرت اور ولاء و براء کا معیار بنا لیا جاتا ہے۔ ان کی بنیاد پر تکفیر اور تبدیع کے فتوے لگائے جاتے ہیں۔ گروہ بندیاں اور تفرّق ہوتا ہے۔ جب کہ ان مسائل میں اختلاف کو ڈسکس کرنے کا لہجہ علمی نہ رہ کر مناظراتی بن جاتا ہے۔ اور اس قسم کے مسائل میں جب لہجہ علمی اور تحقیقی ہونے کے بجائے مناظراتی رخ اختیار کرتا ہے تو اخلاق و آداب اور عدل و انصاف کے سارے اصول بھلا دیے جاتے ہیں۔ پھر بات کفر و بدعت کے الزامات تک پہنچ جاتی ہے۔ عوام کی ایک بہت بڑی تعداد ہی نہیں علماء کہلانے والا ایک اچھا خاصہ طبقہ بھی اس شدّت پسندی کا شکار ہے۔ مقلّدین کے ایک طبقہ میں جہاں یہ دیکھا جاتا ہے کہ انہیں چند مسائل کی بنیاد پر جماعت اہل حدیث اور علماء اہل حدیث پر غیر مقلدیت، شیعیت حتیٰ کہ قادیانیت تک کے الزام لگائے جاتے ہیں بلکہ اس سے آگے بڑھا کر بات یہودیوں کے ایجنٹ اور وکٹوریہ کی اولاد جیسے بے ہودہ طعنوں تک پہنچائی جاتی ہے وہیں علماء سلف کے توسّع سے ناواقف اہل حدیث عوام اور جاہل خطباء کا بھی ایک منحرف طبقہ ان مسائل کی بنیاد پر عدل کی حدود کو پھلانگ جاتا ہے۔ احناف کے پیچھے نماز کے عدم جواز یا ان کی تکفیر وغیرہ کے فتوے اسی شدت پسندانہ ذہنیت کا مظہر ہیں۔ دونوں مسالک کے علماء اثبات اس رویہ کی مذمت کرتے ہیں۔

فروعی مسائل میں دوسرا منحرف رویہ تفریط کا ہے۔ یہ رویہ پہلے رویّہ سے زیادہ خطرناک ہے۔ سیکولرازم کے پھیلاؤ نے ہمارے یہاں دین پسند طبقہ میں ایک سوچ کو بہت شدت کے ساتھ بڑھاوا دیا ہے۔ عبادت کو معاملات سے کمتر جاننے کی سوچ۔ اس سوچ سے متاثر ایک بڑا طبقہ دین میں سیاسی، سماجی، معاشی معاملات کے مقابلہ میں نماز، روزہ، حج جیسی عظیم عبادات کو کمتر اور حقیر سمجھتا ہے۔ بلکہ ان عبادات کے متعلق مختلف مسالک میں پائے جانے والے اختلافات پر بحث و مباحثہ اور تحقیق کو امت کے اتحاد کے لیے نقصان دہ تصور کرتا

ہے ۔ ان عظیم سنّتوں کو فروعی مسئلہ بول کر ان کی اہمیت کو کم جتانے کی کوشش کرتا ہے۔

مسئلہ یہ ہے کہ فروع کے لفظ میں ایک طرح کا ہلکا پن پایا جاتا ہے۔ حالانکہ اصطلاح میں اس کا استعمال دین کے نہایت اہم امور پر ہوتا ہے۔اس لفظ کے استعمال کی وجہ سے ان امور کے غیر اہم یا کم اہم ہونے کی ذہنیت کو بڑھاوا ملتا ہے۔

ان امتیازی مسائل کی اہمیت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ یہ صرف کچھ مسائل نہیں ہیں ۔ بلکہ ان کی حیثیت دین کے دو الگ الگ مناہج کے نمائندہ کی ہے ۔ایک منہج تحقیق و اتباع کا ہے اور دوسرا منہج تقلید و جمود کا ۔ ان مسائل سے یہ طے ہوتا ہے کہ بندہ اپنی پوری زندگی میں علم و تحقیق کا راستہ اپنانا چاہتا ہے یا جمود اور تقلید کا ۔لہذا ان مسائل میں بحث و تحقیق کی اہمیت دیگر مسائل سے زیادہ ہے ۔ جیسے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تفضیل کا مسئلہ اپنے آپ میں اتنا بڑا مسئلہ نہیں ۔لیکن اس کی اہمیت کا اصل پہلو یہ ہے کہ اس مسئلہ کے پیچھے فکر و عقیدہ اور اصول و منہج کے دو الگ الگ نظام موجود ہیں جن کی نمائندگی یہ مسئلہ کرتا ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ اہل سنّت کی عقیدہ کی کئی کتابوں میں مسح علی الخفین (موزوں پر مسح) کا ذکر اہل سنّت کے امتیازی مسائل میں کیا گیا ہے ۔مثلاً اصول السنۃ للالکائی، عقیدہ طحاویہ، شرح السنۃ للبربھاری، نونیۃ القحطانی وغیرہ ۔کیوں؟ کیونکہ یہ فقہی مسئلہ اہل سنّت اور روافض کے درمیان کا ایک امتیازی مسئلہ ہے ۔اس لیے اس کی اہمیّت محض ایک فقہی مسئلہ کی نہیں رہی ۔ بلکہ اہل سنّت کے امتیاز اور خصوصیت کی بن گئی۔حتّی کہ سفیان ثوری فرماتے ہیں : **من لم یمسح علی الخفین فاتھموہ علی دینکم۔** جو موزوں پر مسح نہ کرے اس کو دین میں متہم قرار دو۔(**حلیۃ الأولیاء لأبی نعیم الأصبھانی 3/161**) علامہ بدرالدین عینی بخاری کی شرح کرتے ہوئے مسح علی الخفین کے باب میں لکھتے ہیں۔ **بیان استنباط الأحکام الأول فیه جواز المسح علی الخفین ولا ینکرہ إلا المبتدع الضال۔** مسح علی الخفین کا انکار نہیں کرتا سوائے بدعتی اور گمراہ شخص ۔ (**عمدة القاری شرح صحیح البخاری)(305 /5**

ان مسائل کو جماعت اہل حدیث اس لیے بحث و تمحیص کا موضوع بناتی ہے کیونکہ ان کے ذریعہ یہ فیصلہ ہوتا ہے کہ بندہ اپنے منہج میں نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کی محبت کے تقاضوں کا کتنا خیال رکھتا ہے۔اس کے لیے نبی صلی علیہ وسلّم کی سنّت زیادہ اہم ہے یا اپنے امام کا مسلک ۔تقلیدی منہج کے بالمقابل اہل حدیث منہج کی خصوصیت یہ ہے کہ اہل حدیث کے پاس نبی کے علاوہ کوئی امام ایسا نہیں جس کے لیے انہیں تعصب برتنے کی ضرورت ہو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ان کی محبت اور لگاؤ ہر طرح کے لاگ لپیٹ اور تعصب سے پاک ، سچی اور خالص ہے ۔اور یہ ان پر اللہ کا بہت بڑا فضل ہے ۔اس قسم کے مسائل میں بحث و تحقیق سے دونوں طرف کے مسالک کی ذہنیت ،سنت سے ان کے تعلق اور لگاؤ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی محبت اور وابستگی واضح ہوتی ہے۔

☆☆☆

[۹]

استقامت: فضائل اور رکاوٹیں

ابوعبداللہ عنایت اللہ سنابلی مدنی

۱۹۔ اللہ عزوجل کی عزت افزائی:

اسی طرح استقامت کی ایک فضیلت یہ بھی ہے وہ اللہ کی طرف سے عزت افزائی اور خواہش نفس اور شیطان کے بہکاوے سے تحفظ ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''سب سے بڑی تکریم استقامت کا لزوم ہے'' (مدارج السالکین: ۲/ ۱۰۶)۔

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

{وَمَن يُهِنِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِن مُّكْرِمٍ} [الحج: ۱۸]۔

اور اللہ جسے ذلیل کردے اسے کوئی عزت نہیں دے سکتا۔

علماء کہتے ہیں: اللہ جسے بدبختی، یا گناہ یا کفر وغیرہ کے ذریعہ ذلیل کردے، اس سے ذلت ورسائی کا ازالہ کسی کے بس کا نہیں، اور کوئی اسے عزت دینے والا نہیں مل سکتا۔

لہٰذا اگر انسان اطاعت گزاری اور گناہ بیزاری پر قائم ہے تو اللہ نے اسے عزت بخشی ہے، اور اگر اللہ کے دین پر قائم نہیں بلکہ گناہ ومعاصی اور حرام کاریوں میں ملوث ہے تو ان مخالفات ومعاصی کے ارتکاب کے سبب اللہ نے اسے رسوا کردیا ہے، معلوم ہوا کہ اطاعت عزت واکرام اور گناہ ذلت وخواری ہے۔

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

{أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَن نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَوَاءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ} [الجاثیۃ: ۲۱]۔

کیا ان لوگوں کا جو برے کام کرتے ہیں یہ گمان ہے کہ ہم انہیں ان لوگوں جیسا کردیں گے جو ایمان لائے اور نیک کام لئے، کہ ان کا مرنا جینا یکساں ہوجائے، برا ہے وہ فیصلہ جو وہ کررہے ہیں۔

شیخ عبد الرحمن سعدی رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''یعنی کیا وہ یہ سوچتے ہیں کہ دنیا وآخرت دونوں میں برابر ہو جائیں؟؟ ان کی سوچ وگمان اور ان کا فیصلہ نہایت برا ہے، کیونکہ یہ فیصلہ تو احکم الحاکمین اور خیر العادلین کی حکمت کے منافی، عقل سلیم وفطرت مستقیم کے مخالف اور کتابوں میں نازل کردہ احکام اور رسولوں کی دی ہوئی خبروں سے متصادم ہے، بلکہ واقعی اور قطعی فیصلہ یہ ہے کہ دنیا وآخرت دونوں میں نصرت، فلاح، سعادت اور اجر وثواب کے مستحق باعمل نیک مومنین ہیں، ہر ایک کو اس کی نیک کاری کے بقدر نیک بدلہ عطا ہوگا اور بدکار دنیا وآخرت میں اللہ کے غضب، توہین وتذلیل، عذاب اور بدبختی سے ہمکنار ہوں

گے''۔

اور شیطان لعین کے سلسلہ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

{قَالَ رَبِّ بِمَا أَغْوَيْتَنِي لأُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الأَرْضِ وَلأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ۝ إِلاَّ عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ ۝ قَالَ هَذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيمٌ ۝ إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ إِلاَّ مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغَاوِينَ} [الحجر:۳۹-۴۲]۔

شیطان نے کہا کہ اے میرے رب! چونکہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے مجھے بھی قسم ہے کہ میں بھی زمین میں ان کے لئے معاصی کو مزین کروں گا اور ان سب کو بہکاؤں گا بھی۔ سوائے تیرے ان بندوں کے جو منتخب کر لئے گئے ہیں۔ فرمایا کہ یہی مجھ تک پہنچنے کی سیدھی راہ ہے۔ میرے بندوں پر تجھے کوئی غلبہ نہیں، سوائے ان کے جو گمراہ لوگ تیری پیروی کریں۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے شیطان سے حفاظت اپنے ان بندوں کے لئے طے فرمائی ہے، جو مخلص اور اس کے دین پر ثابت قدم ہوں۔

اور انسان جتنا زیادہ اپنے دین پر جمے گا اور تقویٰ ثابت کرے گا اتنا ہی اللہ کے یہاں معزز ومحترم ہوگا، خواہ وہ نہایت فقیر اور کمتر حسب والا ہی کیوں نہ ہو۔

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

{إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ} [الحجرات:۱۳]۔

بے شک تم میں اللہ کے یہاں سب سے محترم وہ ہے، جو سب سے زیادہ تقویٰ شعار ہے۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

''خيارکم في الجاهلية خيارکم في الإسلام إذا فقهوا'' (اسے امام بخاری ومسلم نے روایت کیا ہے)۔

تم میں جو زمانۂ جاہلیت میں بہتر تھے وہ اسلام میں بھی بہتر ہیں، بشرطیکہ دین کی سمجھ حاصل کریں۔

کتنے لوگ ایسے ہیں جن کا زندگی میں کوئی نام ونشان ہی نہ تھا، حرام کاریوں، اور گناہ ومعاصی میں ڈوبے رہتے تھے، لیکن جونہی وہ اللہ کے دین پر قائم ہوئے، ان کی ایک شان ہوگئی، اور ایک نئے انسان بن گئے، جیسے از سر نو پیدا ہوئے ہوں، جیسا کہ کہا جاتا ہے۔

اور سچ فرمایا ہے اللہ عزوجل نے:

{مَن كَانَ يُرِيدُ الْعِزَّةَ فَلِلَّهِ الْعِزَّةُ جَمِيعاً} [فاطر:۱۰]۔

جو عزت کا خواہاں ہو، تو ساری عزت اللہ کے لئے ہے۔

یعنی جسے عزت کی خواہش ہو وہ اللہ کی اطاعت کر کے حاصل کرلے، کیونکہ وہ اللہ کی اطاعت ہی سے مل سکتی ہے۔

اسی لئے بعض سلف اپنی دعا میں کہا کرتے تھے: **''اللهم أعزني بطاعتک ولا تذلني بمعصيتک''** (اے اللہ! مجھے اپنی اطاعت کے ذریعہ عزت دے، اپنی نافرمانی کے ذریعہ ذلیل نہ کر) چنانچہ بندہ جب جب اللہ کی اطاعت کا کام کرتا ہے، اس کا ایک درجہ بڑھ جاتا ہے، اور رفع درجات کا یہ سلسلہ جاری رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ دنیا وآخرت میں بلند ترین لوگوں میں سے ہو جاتا ہے، لیکن جب گناہ ومعاصی میں ملوث ہوتا ہے تو اللہ

کی ذلیل ترین مخلوق بن جاتا ہے اور ذلت ورسوائی اس کا مقدر بن جاتی ہے۔

حدیث میں رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"بعثت بالسيف بين يدي الساعة، وجعل رزقي تحت ظل رمحي، وجعل الذل والصغار على من خالف أمري" (اسے امام احمد نے روایت کیا ہے اور امام البانی نے صحیح الجامع (۲۸۳۱) میں صحیح قرار دیا ہے)۔

قیامت سے پہلے پہلے میں تلوار کے ساتھ مبعوث ہوا ہوں، اور میری روزی میرے نیزے کے سائے میں رکھی گئی ہے، اور ذلت وخواری اس شخص کا مقدر بنادی گئی ہے جو میرے حکم کی مخالفت کرے۔

لہٰذا جو بھی اس دین پر قائم رہے گا، خواہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو اللہ اسے بلندی عطا فرمائے گا، اور جو بھی حکم الٰہی کی مخالفت کرے گا، خواہ ہاشمی سردار ہی کیوں نہ ہو اللہ اسے ذلیل وپست کر دے گا۔

۲۰۔ نیکیوں کی کثرت:

اسی طرح استقامت کی ایک فضیلت وقت کو خوب نیکیوں اور مختلف عبادات سے آباد کرنا بھی ہے۔

بہت سے لوگوں کا خیال یہ ہے کہ ان کی روزمرہ کی عبادات میں صرف پنجوقتہ نمازیں ہی ہیں، اس کے برخلاف صاحب استقامت کو آپ دیکھیں گے کہ وہ اپنے پورے دن کو ذکر الٰہی، استغفار اور مختلف قسم کی عبادات سے آباد کئے رہتا ہے، جیسے نمازیں، دروس وتقاریر میں شرکت، تلاوت قرآن، اور مفید کتابوں کا مطالعہ وغیرہ، اور اگر اسے کچھ میسر نہیں آتا تو صبح وشام ذکر و استغفار ہی میں مشغول رہتا ہے۔

اسی طرح آپ دیکھیں گے کہ صاحب استقامت ہر عمل کو بہ نیت ثواب انجام دیتا ہے، چنانچہ اس کا وہ مباح یا عام عمل، عبادت وتقرب اور اطاعت میں تبدیل ہو جاتا ہے، اور اس طرح آپ اسے دیکھیں گے وہ صبح سے شام تک گویا عبادت ہی میں رہتا ہے۔

اس کے برخلاف غیر مستقیموں کو آپ دیکھیں گے کہ ان کی عبادتیں بھی عادت میں تبدیل ہوجاتی ہیں، کیونکہ ان عبادتوں میں وہ نیک نیت نہیں ہوتے، نہ ان پر اللہ سے اجر کے طالب ہوتے ہیں، اور نہ ہی ان عبادت کو وہ اللہ کے یہاں خالص عبادت کی نیت سے انجام دیتے ہیں۔

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: **"إني لأحتسب نومتي كما أحتسب قومتي"**۔ جس طرح میں اجر کی نیت سے قیام کرتا ہوں اسی طرح اجر کی نیت سے سوتا بھی ہوں۔

شیخ محمد بن عثیمین رحمہ اللہ ورفع درجتہ فرماتے ہیں: "ایک شخص صرف طبعی خواہش سے کھانا کھاتا ہے، جبکہ دوسرا شخص فرمان باری {وَكُلُواْ وَاشْرَبُواْ} [البقرة: ۱۸۷]۔ (اور کھاؤ پیو) میں دیئے گئے حکم کی بجا آوری کے لئے کھانا کھاتا ہے۔ لہٰذا دوسرے شخص کا کھانا عبادت ہوتا ہے، جبکہ پہلے کا عادت" (شرح اربعین نووی، ص ۸)۔

۲۱۔ بلند ہمتی:

اسی طرح استقامت کی ایک فضیلت عبادت کی تمام قسموں میں بلند ہمتی ہے۔

کیونکہ اللہ کے دین پر قائم شخص اہل علم اور عبادت گزاروں کے عزائم اور ان کی عبادت وتقرب کے احوال سے واقف کار ہوتا ہے، اسی لئے آپ دیکھیں گے کہ وہ اپنے اندر عبادت کی وہ جستجو اور ہمت پاتا ہے جس سے ان صالحین ونیک کاروں کا مقام ومرتبہ حاصل کرلے۔

چنانچہ وہ ذکر واذکار، نماز، روزہ، تلاوت قرآن، دعوت الی اللہ، صدقہ، امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور دیگر عبادات میں جد وجہد کرتا ہے، کیونکہ اس کے پاس عظیم نمونے ہیں جسے اس نے اُن علماء وصلحاء کے حالات کے ذریعہ جانا ہے، اور پھر ان اعلیٰ مراتب کے حصول میں لگ گیا ہے۔

لیکن جو غیر مستقیم ہوتا ہے اسے آپ دیکھیں گے کہ نہ اس میں کوئی سبقت ہے نہ منافست اور جد وجہد، اس کے پاس اس قسم کی کوئی چیز نہیں ہوتی، کیونکہ بسا اوقات وہ تمام تر کوتاہیوں اور خامیوں کے باوجود اپنے بارے میں یہ سوچتا ہے کہ وہ عبادت کے بلند و بالا اور عظیم مراتب پر فائز ہے، واللہ المستعان۔

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

{وَسَارِعُوٓاْ إِلَىٰ مَغۡفِرَةٖ مِّن رَّبِّكُمۡ وَجَنَّةٍ عَرۡضُهَا ٱلسَّمَٰوَٰتُ وَٱلۡأَرۡضُ أُعِدَّتۡ لِلۡمُتَّقِينَ} [آل عمران: ۱۳۳]۔

اور اپنے رب کی بخشش کی طرف اور اس جنت کی طرف دوڑو جس کا عرض آسمانوں اور زمین کے برابر ہے، جو پرہیزگاروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

نیز ارشاد باری ہے:

{وَفِي ذَٰلِكَ فَلۡيَتَنَافَسِ ٱلۡمُتَنَٰفِسُونَ} [المطففین: ۲۶]۔

سبقت لے جانے والوں کو اسی میں سبقت کرنی چاہئے۔

نیز ارشاد ہے:

{سَابِقُوٓاْ إِلَىٰ مَغۡفِرَةٖ مِّن رَّبِّكُمۡ وَجَنَّةٍ عَرۡضُهَا كَعَرۡضِ ٱلسَّمَآءِ وَٱلۡأَرۡضِ أُعِدَّتۡ لِلَّذِينَ ءَامَنُواْ بِٱللَّهِ وَرُسُلِهِۦ} [الحدید: ۲۱]۔

دوڑو اپنے رب کی مغفرت کی طرف اور اس جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان وزمین کی وسعت کے برابر ہے، یہ ان کے لئے بنائی گئی ہے جو اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں۔

اور یہاں میں ایک نیک خاتون قصہ ذکر کرتا ہوں جس نے مجھ سے فون پر رابطہ کرکے مسئلہ دریافت کیا کہ اس کی عادت ہے کہ رات کے خاص اوقات میں تہجد اور ذکر الٰہی کے لئے اٹھتی ہے، کیا حیض کے ایام میں اس وقت نماز کے علاوہ صرف ذکر ودعا کے لئے اس کا اٹھنا جائز ہے؟ تو میں نے اسے جواب دیا: ہاں! اس میں کوئی حرج نہیں۔

سبحان اللہ! عبادت الٰہی اور خیر کی جستجو میں یہ مومنہ خاتون کس قدر اونچی ہمت وحوصلہ کی مالک ہے!!

* * *

عقیدہ ومنہج

اللہ تعالیٰ عرش پر ہے ہر جگہ نہیں

محمد مقیم فیضی

الحمدلله رب العالمین والعاقبة للمتقین والصلاة والسلام علی نبینا محمد وعلی آله وصحبه أجمعین أما بعد۔

مسلک اہل حدیث یعنی کتاب وسنت کی بطریق سلف فہم اور اس کی پابندی کو الحمدللہ خوب فروغ ہورہا ہے اور بکثرت امت مسلمہ کے افراد تقلید جامد اور طریق خلف سے اپنی براءت وبیزاری کا اظہار کررہے ہیں اور اپنے عقیدہ ومنہج کی سلامتی کی رغبت کے ساتھ اصلاح احوال کے راستے پر گامزن ہیں۔مگر یہی بات فرقہ بندی کے علمبرداروں اور تقلید جامد کے نمائندوں کو ایک آنکھ نہیں بھارہی ہے اور وہ کبھی تلملاتے اور جھنجھلاتے ہیں، کبھی صلواتیں سناتے ہیں، اور کبھی خالی میدان میں خم ٹھونک ٹھونک کر للکارتے ہیں، اس کے بعد حق کے راستے میں نئے نئے روڑے تلاش کرکر کے ڈالتے ہیں، اور شبہات واشکالات کا ایک لامتناہی سلسلہ قائم کردیتے ہیں جوان کے ”**زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا**“ اور ”**لَيُوْحُوْنَ إِلٰى اَوْلِيَائِهِمْ**“ کی فیکٹری میں دم بدم تیار ہوتے رہتے ہیں، مگر الحمدللہ حق کا چراغ نہ پھونکوں سے بجھا ہے نہ بجھے گا۔اور **جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا** کے تازہ بہ تازہ نمونے ہمیشہ سامنے آتے رہیں گے۔

ان دنوں جہمی افکار کے ساختہ وپرداختہ اور مسلک سلف سے بیزار لوگوں کا ایک ٹولہ بہت سرگرم ہے اور مسلک حق سے لوگوں کو برگشتہ رکھنے اور کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگائے ہوئے ہے، ان میں کچھ سیٹھ ساہوکار ہیں جو صد عن سبیل (اللہ کی راہ سے روکنے کے لئے) اپنی دولت لٹائے جارہے ہیں، اور کچھ علم کے وہ نمائندے ہیں جن سے علمی وقار ہمیشہ نالۂ وفریاد کی کیفیت میں رہتا ہے، اور کچھ گندم نما جوفروش بھی ہیں جو محض جبہ ودستار کے رہین منت ہیں اور طوطوں کی طرح سکھائے پڑھائے ہوئے ہیں جن کا کام مٹھومیاں کی طرح وہی بولیاں بولنا ہوتا ہے جو انہیں رٹائی گئی ہوتی ہیں۔

یہ لوگ شعوری یا غیر شعوری طور پر امت مسلمہ کو انحراف کے راستے پر لگائے رکھنے میں کوشاں ہیں اور ان کے لئے بڑے فتنے کا باعث ہیں، یہ اپنی خواہشات کی تکمیل میں ہر حربہ جائز سمجھتے ہیں، قرآن وسنت کے دلائل کے مقابل عقلی دلائل کھڑے کرکے انھیں رد کردیتے ہیں، قرآن وسنت کے نصوص میں ایسی تاویلیں کرتے ہیں جو کھلی ہوئی تحریف کے زمرے میں آتی ہیں، ہر بات پر ائمہ کی دہائی دیتے ہیں مگر قدم قدم پر ائمہ کے متعین کئے ہوئے اصولوں کو نہایت ڈھٹائی کے ساتھ پامال کردیتے ہیں۔متقدمین کی بھاری بھرکم الفاظ میں منہ بھر بھر کے تعریفیں کرتے ہیں مگر عملی طور پر ان کی فہم کو نامعتبر ٹھہراتے ہوئے متاخرین کی اندھی تقلید کرتے ہیں اور ان کی تمجید میں زمین وآسمان کے قلابے ملاتے ہیں، بساط بھر اہل حق پر ظلم کرتے ہیں اور خود ہی نہایت معصومیت کے ساتھ مظلوم بھی بن جاتے ہیں۔

پچھلے دنوں ان کی ساری توانائی فروعی مسائل میں یا زیادہ سے زیادہ تقلید اور عدم تقلید کے موضوع پر صرف ہوتی تھی، اور علمائے اہل

حدیث بھی ان کے ساتھ مجبوراً انہیں مسائل میں مشغول رہا کرتے تھے اور ان کے عقیدے اور منہج کا انحراف کم ہی موضوع بحث ہو پاتا تھا جو کھلی ہوئی گمراہی اور کفریہ امور پر مشتمل ہے، مگر اللہ بھلا کرے جب علمائے اہل حدیث نے لوگوں کی توجہ اس پہلو پر مبذول کرائی تو بجائے اس کے کہ وہ بگڑے ہوئے عقیدہ منہج کی اصلاح کرتے الٹے قرآن وسنت، صحابہ وتابعین اور ائمہ دین ہی کے عقیدہ ومنہج کو باطل ثابت کرنے پر لگ گئے اور اس سلسلے میں انھوں نے اپنے بزرگوں اور مقتداؤں کی طرح حیرت انگیز جرأت کا ثبوت دیا اور انتہائی دیدہ دلیری کے ساتھ حق کو باطل اور باطل کو حق ثابت کرنے میں منہمک ہوگئے۔ اسلام کے ان مسلمہ عقائد میں سے ایک جن کو انھوں نے اپنی ترکتازیوں کے لئے منتخب کیا ہے اللہ کے علو وفوقیت اور آسمان میں عرش پر مستوی ہونے کا مسئلہ بھی ہے جس کا یہ حضرات شدومد سے انکار کرتے ہیں اور اپنے تعطیلی یا حلولی مسلک کے مطابق اللہ تعالیٰ کو کہیں نہیں یا ہر جگہ اور ہر ذرے میں اپنی ذات کے ساتھ موجود مانتے ہیں۔ اسی لئے کچھ احباب کا مطالبہ بار بار ہوا کہ اس مسئلے میں قرآن وسنت اور صحابہ اور ائمہ دین اور جملہ سلف صالحین کا مسلک سامنے لایا جائے اس لئے یہ تحریر پیش خدمت ہیں جس میں ان شاء اللہ قرآن وسنت اور اقوال سلف کی روشنی میں مسلک حق پیش کریں گے اس کے بعد اہل انحراف وباطل کے دلائل اور شبہات واشکالات کا جائزہ لیں گے۔

اللہ تعالیٰ کے علو اپنی ذات کے اعتبار سے بلند ہونے کا ثبوت قرآن سے

تمام صحابہ وتابعین اور مقتدا ائمہ دین کا مسلم عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے، تمام مخلوقات کے اوپر ہے، ان سے جدا ہے، ان میں سے کسی چیز میں داخل ہے نہ کوئی چیز اس میں داخل ہے، اور ساتھ ہی اس کا علم ہر جگہ ہے اور ہر چیز کو محیط ہے، یہی کتاب وسنت کا مسلک ہے اور اسی پر صحابہ وتابعین اور ائمہ ھدی کا اجماع ہے پہلے وہ آیتیں یہاں پیش کی جارہی ہیں جو اس موضوع پر صراحت کے ساتھ ناطق ہیں:

(۱) (اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى)(طہ:۵)

جو رحمن ہے عرش پر قائم ہے۔

(۲) (ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ)(الاعراف:۵۴)

پھر عرش پر قائم ہوا۔

(۳) (ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ)(یونس:۳)

پھر عرش پر قائم ہوا۔

(۴) (ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ)(الرعد:۲)

پھر وہ عرش پر قرار پکڑے ہوئے ہے۔

(۵) (ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ)(الفرقان:۵۹)

پھر عرش پر مستوی ہوا۔

(۶) (ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ)(السجدۃ:۴)

پھر عرش پر قائم ہوا۔

(۷) (ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ)(الحدید:۴)

پھر عرش پر مستوی ہوگیا۔

● -۱- امام بخاری رحمہ اللہ جو محتاج تعارف نہیں اپنی صحیح میں بیان کرتے ہیں کہ [امام تفسیر اور مشہور تابعی] حضرت مجاہد فرماتے ہیں:

"استوی : علا علی العرش" استوی کا مطلب یہ ہے کہ وہ عرش پر بلند ہوا ہے۔ (دیکھئے: صحیح بخاری کتاب التوحید، باب (وکان عرشہ علی الماء).

● -۲- اور مشہور امام ومحدث وفقیہ اور ناقد فن اسحاق بن راھویہ مروزی متوفی ۲۳۸ھ فرماتے ہیں: میں نے بشر بن عمر کو [جو ایک ثقہ محدث اور معتبر عالم ہیں اور ان کی وفات ۲۰۹ھ کے قریب ہوئی ہے] فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے کئی مفسرین کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ: (اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى) **"ای**

علا وارتفع'' جورحمان ہے عرش پر قائم ہے کا مطلب یہی ہے کہ وہ عرش کے اوپر ہے اور اس پر بلند ہے۔(شرح اصول اعتقاد أهل السنة والجماعة للالکائی ۳/۳۹۷ نمبر ۶۶۲ اور الاربعین لصفات رب العالمین للذھبي ص:۳۶ نمبر ۳)

● -۳- امام تفسیر ومشہور مورخ اسلام محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ فرماتے ہیں: (ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ اَلرَّحْمٰنُ) (الفرقان:۵۹) میں استوی کا مطلب ہے اوپر ہوا بلند ہوا۔(تفسیر طبری:۱/۱۹۲، ۱۳/۹۴، ۱۹/۲۸)

● -۴- امام علم وادب ولغت معمر بن مثنی ابوعبیدہ نحوی متوفی ۲۰۹ھ فرماتے ہیں: ''**اي صعد**'' مطلب یہ ہے کہ اوپر چڑھ گیا۔ اسے مشہور مفسر ومحدث علامہ بغوی متوفی ۵۱۰ھ نے اپنی تفسیر (۲/۱۶۵) ط: دارالمعرفۃ میں ذکر کیا ہے۔

● -۵- کوفیوں کے سب سے بڑے نحوی، امام لغت اور فنون ادب کے علامہ ابوزکریا یحییٰ بن زیاد متوفی ۲۰۷ھ جو فراء کے لقب سے مشہور ہیں فرماتے ہیں: (ثُمَّ اسْتَوٰى) **اي صعد.**'' **استوی**'' کا مطلب ہے اوپر چڑھ گیا، یہ بات (ترجمان القرآن حبر الامۃ صحابی رسول) ابن عباس نے فرمائی ہے، اور یہ ایسے ہی ہے جیسے کہیں: فلاں شخص بیٹھا تھا پھر سیدھا کھڑا ہوگیا''۔(اسے قدیم اشعری محدث امام بیہقی متوفی ۴۵۸ھ نے اپنی کتاب ''الاسماوالصفات'': ۲/۳۱۰ میں نقل کیا ہے)

● -۶- محدث، حافظ، فقیہ، ماہر لغت امام دارقطنی متوفی ۳۵۸ھ نے (ثقہ محدث وزاہد ہے) اسحاق کا ذی متوفی ۳۴۶ھ کے واسطے سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ میں نے [نحو ولغت میں کوفیوں کے امام ثقہ، حجت اور مشہور حافظ ومحدث احمد بن یحییٰ شیبانی] ابوالعباس ثعلب [متوفی ۲۹۱ھ] کو فرماتے ہوئے سنا کہ (اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ) کا مطلب ہے ''علا'' یعنی بلند ہوا، اور استوی الوجہ کا مطلب ہوتا ہے متصل ہونا اور استوی القمر کا مطلب ہے: پر ہوجانا، اور استوی زید وعمرو کا مطلب ہے ایک دوسرے کے مشابہ ہونا، اور استوی إلی السما کا مطلب ہے متوجہ ہونا، کلام عرب میں (لفظ استوی) کے یہی معانی ہمیں معلوم ہیں۔(دیکھئے: شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ للالکائی ۳/۳۹۹-۴۰۰، اور **العلو للذھبي** ص ۱۵۵، اور **الأربعین في صفات رب العالمین** ص ۳۷ نمبر ۵، اور **اجتماع الجیوش الإسلامیه** (ص ۲۶۴-۲۶۵))

فائدہ: امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کلام عرب میں جن کی زبان میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں خطاب کیا اور اسی میں اپنا کلام بھی نازل فرمایا ہے لفظ (استواء) کی دو قسمیں ہیں: **مطلق** اور مقید۔

أ - مطلق: اور یہ وہ ہے جس میں کوئی صلہ والا حرف نہیں لگا ہوتا ہے، جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰى) (القصص:۱۴) اور جب موسیٰ اپنی جوانی کو پہنچ گئے اور پورے توانا ہوگئے۔ یہاں استوی کا معنی کامل ہونا اور پورا ہوجانا ہے، کہا جاتا ہے، استوی النبات پودا مکمل طور پر تیار ہوگیا اور استوی الطعام: کھانا پک کر تیار ہوگیا ہے۔

ب - مقید: اور یہ تین طرح کا ہے:

اول: جو إلی سے مقید ہوتا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد: (ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ) (البقرة:۲۹) اور **استوی فلاں الی السطح وإلی الغرفة**۔ فلاں چھت پر گیا اور بالا خانے پر گیا، اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے إلی کے ساتھ متعدی کرکے اپنی کتاب میں اسے دو جگہ بیان کیا ہے:

(۱) پہلی جگہ سورۃ بقرہ میں: (هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۚ ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ) ہے۔

(۲) اور دوسری جگہ سورۃ فصلت آیت نمبر ۱۱ میں: (ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ) ہے اور یہاں (استوی)

باجماع سلف علو وارتفاع یعنی بلندی کے معنی میں ہے۔

دوم: جو علیٰ کے ساتھ مقید ہوتا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد: (لِتَسْتَوٗا عَلٰی ظُهُوْرِهٖ)(الزخرف:۱۳) اور (وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ)(ھود:۴۴) اور (فَاسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِهٖ) (الفتح:۲۹) یہاں بھی استوی کا معنی علو وارتفاع (بلندی) اور اعتدال (سیدھا کھڑا) ہوجانا ہے اوراس بات پر تمام اہل لغت کا اجماع ہے۔

سوم: جو واؤ معیت کے ساتھ استعمال ہوتا ہے جس کے ذریعہ فعل کو مفعول معہ کی طرف متعدی کیا جاتا ہے، جیسے: استوی الماء والخشبة جس کا مطلب ہوتا ہے پانی لکڑی کے برابر آگیا ہے۔ یعنی اس کا مطلب یہاں برابر ہوتا ہے۔

کلام عرب میں استوی کے یہی معانی لئے جاتے ہیں۔ (دیکھئے: مختصر الصواعق المرسلۃ:۲/۱۲۶-۱۲۷)

● -۷- [امام ومجتہد] داود بن علی [متوفی ۲۷۰ھ جو داود ظاہری سے معروف ہیں] فرماتے ہیں کہ: ہم [مشہور علامۂ لغت] ابن الاعرابی [متوفی ۲۳۱ھ] کے پاس تھے کہ ان کے یہاں ایک شخص آیا اور کہنے لگا: (عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰی) کا معنی کیا ہے؟ تو انھوں نے فرمایا: وہ اسی طرح عرش پر ہے جیسے کہ اس نے خبر دی ہے، تو اس نے کہا: اے ابوعبداللہ! اس کا معنی استولی ہے یعنی قابض ہوا۔ تو انھوں نے فرمایا: چپ ہوجاؤ کسی چیز کے متعلق اس وقت تک (استولی) قابض ہونا نہیں بولا جاتا جب تک کوئی مدمقابل اور حریف سامنے نہ ہو، پھر جب ان میں سے ایک غالب آجاتا ہے تو کہا جاتا ہے: ''استولی'' اس نے قبضہ کرلیا۔ (اسی طریق سے لالکائی نے شرح اصول اعتقاد السنۃ (۳/۳۹۹) میں نمبر (۶۶۶) کے تحت اسے روایت کیا ہے، اور بیہقی نے الاسماء والصفات ۲/۱۴/۳، میں نمبر (۸۷۹) کے تحت اور علامہ البانی نے امام ذہبی کے العلو کے اختصار میں (ص ۱۹۶) پر فرمایا کہ یہ صحیح اسناد ہے، ابن حجر نے بھی فتح الباری ۱۳/۴۰۶ میں اسے ذکر کیا ہے ان کے علاوہ خطیب بغدادی، ابن قدامہ اور ابن القیم وغیرہ نے بھی اسے اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے)

● -۸- (ثقہ راوی) محمد بن احمد بن نضر بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن الاعرابی صاحب لغت کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ: (فتنہ خلق قرآن کا سرغنہ مشہور معتزلی قاضی القضاۃ جو مامون رشید اور معتصم وغیرہ شاہوں کا معتمد خاص تھا یعنی ابوعبداللہ احمد) ابن ابی دؤاد (جس نے امام احمد بن حنبل کو جیل میں ڈلوایا اور کوڑے لگوائے تھے اور بالآخر اپنی ہی دعا کے نتیجے فالج کا شکار ہوکر اور متوکل بادشاہ کا معتوب ہوکر مرا) میرے پاس آیا اور مجھ سے اس بات کا طالب ہوا کہ میں بعض لغات عرب اور ان کے معانی میں (اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰی) کا معنی ''استولی'' یعنی قابض ہوا ڈھونڈ نکالوں۔

میں نے کہا: ''اللہ کی قسم ایسا ہو ہی نہیں سکتا اور تم اس معاملے میں حق پر نہیں ہو''۔

(**الابانة لابن بطة تتمه کتاب الرد علی الجهمية (۳/۱۶۶-۱۶۷) نمبر (۱۲۴)، تاريخ بغداد للخطيب (۵/۲۸۳)** ان کے علاوہ لالکائی، اور ذہبی نے بھی اسے بیان کیا اور البانی نے مختصر العلو (ص ۱۹۵) میں اسے حسن کہا ہے، ابن حجر نے فتح الباری ۱۳/۴۰۶، میں اسے ابو اسماعیل ہروی کی طرف کتاب الفاروق کے حوالے سے منسوب کیا ہے، اور بیہقی نے ایک تیسری سند سے الاسماء والصفات میں اس کی تخریج کی ہے۔ ۲/۱۴/۳ نمبر ۸۷۹۔ اور اس کی سند صحیح ہے)

● -۹- [ابوبکر بن داود کے مطابق رفیع بن مہران متوفی ۹۳ھ صحابہ کے بعد جن سے بڑا قرآن کا کوئی عالم نہیں تھا یعنی مشہور تابعی) ابو العالیہ ریاحی (اسْتَوٰٓی اِلَى السَّمَآءِ) (البقرۃ:۲۹) کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''ای ارتفع'' اس کا

مطلب ہے بلند ہوا۔

اسے بخاری نے اپنی صحیح میں ان سے نقل کیا ہے۔

(دیکھئے: صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب ''**وکان عرشه علی الماء**'' (ص ۱۵۵۴) ط. دار السلام)

● -۱۰- اس آیت کی تفسیر میں محمد بن جریر طبری نے اپنی تفسیر میں ربیع بن انس کے واسطے سے ان (ابوالعالیہ) سے یہی بات روایت کی ہے۔

(ربیع بن انس بکری یا حنفی صدوق ہیں صاحب اوھام ہیں ان پر تشیع کی بھی تہمت ہے ۱۱۴۰ / یا اس سے کچھ قبل ان کا انتقال ہوا۔ روایت کے لئے دیکھئے تفسیر طبری: ۱/ ۱۹۱)

● -۱۱- اس آیت کی تفسیر میں بغوی بیان کرتے ہیں: ''ابن عباس اور سلف کے اکثر مفسرین نے فرمایا کہ: ''استوی'' کا مطلب: ''ارتفع إلی السماء'' آسمان کی طرف بلند ہوا یعنی آسمان پر چڑھ گیا ہے۔ (دیکھئے **معالم التنزیل للبغوی**: ۱/ ۵۹)

● -۱۲- (مشہور نحوی اور امام لغت، معروف نحوی سیبویہ کے استاد، اشعار عرب کی حفاظت کے لئے علم عروض کے بانی) خلیل ابن احمد (فراہیدی متوفی ۱۷۰ھ صاحب کتاب العین) فرماتے ہیں: (ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ) کا معنی ہے: ''**ارتفع الی السماء**'' آسمان کی طرف بلند ہوا یعنی آسمان پر چڑھ گیا ہے۔ اسے روایت کیا ہے (اپنے زمانے کے مشہور امام حدیث واثر اور علامۂ فنون، حافظ اہل مغرب ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد) ابن عبدالبر نے اپنی کتاب شرح الموطا میں۔ (دیکھئے: التمہید: ۷/ ۱۳۲)

دیگر : آیات :

۱- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ) (الفاطر: ۱۰) تمام ترستھرے کلمات اسی کی طرف چڑھتے ہیں۔

[مطلب صاف ہے کہ وہ اوپر ہے ورنہ اگر وہ نیچے یا ہر جگہ موجود ہوتا تو اوپر چڑھنے کی کیا ضرورت ہوتی]

۲- (اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ) (آل عمران: ۵۵)

اے عیسیٰ! میں تجھے پورا لینے والا ہوں، اور تجھے اپنی جانب اٹھانے والا ہوں۔

[اگر اللہ زمین میں ہے تو انھیں اپنی جانب اٹھانے کا کیا معنی ہے]

۳- (بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ) (النساء: ۱۵۸)

بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں (یعنی عیسیٰ علیہ السلام کو) اپنی طرف اٹھالیا۔

[یہاں بھی وہی بات ہے]

۴- (يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ) (النحل: ۵۰)

اپنے رب سے ڈرتے ہیں جو ان کے اوپر ہے۔

[کیا اس میں بھی کسی وضاحت کی ضرورت ہے؟]

۵- (يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ) (السجدة: ۵) وہ آسمان سے لیکر زمین تک (ہر کام کی) تدبیر کرتا ہے، پھر (وہ کام) ایک ایسے دن میں اسی کی طرف لوٹتا ہے...

[طبری نے بسند حسن بواسطہ علی بن ابی طلحہ حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ وہ (ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗٓ اَلْفَ سَنَةٍ) کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہ دنیا میں ہے فرشتے اس کی طرف ایک ایسے دن میں چڑھتے ہیں جس کی مقدار ایک ہزار سال ہے۔ (**الصحیح المیسور من التفسیر بالماثور**: ۴/ ۱۰۲)

۶- (ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ) (الملک: ۱۶)

کیا تم اس (اللہ) سے بے خوف ہو گئے جو آسمان میں ہے کہ وہ تمہیں زمین میں دھنسا دے۔

۷- (أَمْ أَمِنتُم مَّن فِي السَّمَاءِ أَن يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا)(الملک:۱۷) یا تم اس (اللہ) سے بے خوف ہو گئے جو آسمان میں ہے کہ وہ بھیجے تم پر پتھراؤ کرنے والی آندھی۔

[یہ کون ہے جو آسمان میں ہے اور زمین دھنسانے اور پتھر برسانے کی دھمکی دے رہا ہے؟ یہ کیوں نہیں فرمایا کہ جو ہر جگہ ہے وہ ایسا کرسکتا ہے؟]

۸- (مِّنَ اللَّهِ ذِي الْمَعَارِجِ ○ تَعْرُجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهِ)(المعارج:۳-۴)

اس اللہ کی طرف سے جو بلند درجوں والا ہے، چڑھیں گے فرشتے اور روح (جبریل) اس کی طرف۔

[جب وہ ہر جگہ موجود ہے تو پھر اس کی طرف اوپر چڑھنے کا کیا معنی ہے جس کی چڑھائی پچاس ہزار سال کی ہوگی؟]

۹- (وَقَالَ فِرْعَوْنُ يَا هَامَانُ ابْنِ لِي صَرْحًا لَّعَلِّي أَبْلُغُ الْأَسْبَابَ ○ أَسْبَابَ السَّمَاوَاتِ فَأَطَّلِعَ إِلَىٰ إِلَٰهِ مُوسَىٰ وَإِنِّي لَأَظُنُّهُ كَاذِبًا)(غافر:۳۶-۳۷) اور فرعون نے کہا اے ہامان میرے لئے محل بنا شاید کہ میں (ان) دروازوں تک پہنچ جاؤں، جو آسمان کے دروازے ہیں اور موسیٰ کے معبود کو جھانک لوں اور بیشک میں سمجھتا ہوں کہ وہ جھوٹا ہے۔

مطلب: یہ ہے کہ میں اس بارے میں موسیٰ کو جھوٹا سمجھتا ہوں کہ اس کا معبود (اللہ) آسمان میں ہے، اور اگر موسیٰ علیہ السلام اسے کسی ایسے معبود کی طرف نہ بلاتے ہوتے جو آسمان میں ہے تو وہ یہ بات نہ کہتا؛ اس لئے کہ اگر موسیٰ نے اس سے کہا ہوتا کہ وہ اِلٰہ (معبود) جس کی طرف میں تجھے بلاتا ہوں وہ آسمان میں نہیں ہے، تو فرعون کا یہ کہنا بیکار رہتا اور اس کا محل بنانا ایک جنون ہی ہوتا۔

فائدہ: یہاں جو آیات ذکر کی گئی ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ کے علو وفوقیت اور اوپر ہونے پر دلالت کرتی ہیں مگر صرف اتنی ہی آیتیں اس موضوع کے اثبات کے لئے نہیں ہیں بلکہ پورا قرآن صفت علو کے اثبات کے دلائل سے پر ہے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اور اپنے رسول کی زبانی خود کو صفت علو، استواء علی العرش اور فوقیت سے موصوف کیا ہے اور اس کی کتاب میں اس موضوع پر بہت ساری آیات ہیں، اور بعض اکابر اصحاب شافعی نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ: ''قرآن میں ہزار یا اس سے بھی زیادہ دلیلیں ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے بلند اور اپنے بندوں کے اوپر ہے''۔ اور دیگر لوگوں نے کہا کہ: ''اس میں تین سو دلیلیں ہیں جو اس پر دلالت کرتی ہیں'' اھ۔ (مجموع الفتاویٰ:۵/۲۲۶)

قرآن کریم از اول تا آخر بطور نص یا بطور ظاہر اس بات کے دلائل سے بھرا ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کے اوپر ہے اور وہ اپنی مخلوقات سے بلند ہے اور اپنے عرش پر قائم ہے، اور یہ دلالتیں متنوع ہیں اور مختلف طرح کی عبارتوں میں وارد ہوئی ہیں اور علماء نے عبارت کے اس تنوع کی طرف اشارے بھی کئے ہیں، اور ان میں سے کچھ حسب ذیل ہیں:

۱- حرف جر (من) کے ساتھ فوقیت کی تصریح جو فوقیت ذات کی تعیین کردینے والا ہے جیسے: (يَخَافُونَ رَبَّهُم مِّن فَوْقِهِمْ)(النحل:۵۰) اپنے رب سے ڈرتے ہیں جو ان کے اوپر ہے۔

۲- حروف سے مجرد اس کا ذکر جیسے: (وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ)(الانعام:۱۸) اور وہی اللہ اپنے بندوں پر غالب ہے برتر ہے۔

۳- اس کی طرف چڑھنے کی تصریح کے ساتھ جیسے: (تَعْرُجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهِ)(المعارج:۴) فرشتے اور روح (جبرئیل) چڑھیں گے اس کی طرف۔

۴- اس کی طرف اٹھنے اور بلند ہونے کی تصریح کے ساتھ

جیسے (اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ) (فاطر:۱۰) تمام تر ستھرے کلمات اسی کی طرف چڑھتے ہیں۔

۵۔ اس بات کی تصریح کے ساتھ کہ اس نے بعض مخلوقات کو اپنی طرف اوپر اٹھا لیا جیسے: (بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ) (النساء: ۱۵۸) بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں (عیسیٰ علیہ السلام) کو اوپر اٹھا لیا۔

۶۔ علو مطلق کی تصریح کے ساتھ جو تمام مراتب علو، ذات قدر ومنزلت اور شرف کے علو وفوقیت پر دلالت کرنے والی صفت کے ساتھ مذکور ہے، جیسے: (وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ)، (وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ)، (اِنَّهُ عَلِيٌّ كَبِيْرٌ) وغیرہ۔ علی کا معنی ہوتا ہے: بہت بلند۔

۷۔ اس بات کی تصریح کے ساتھ کہ وہ اپنی طرف سے کتاب نازل فرماتا ہے جیسے: (تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ) (الزمر:۱) اس کتاب کا اتارنا اللہ غالب باحکمت کی طرف سے ہے (تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ) (فصلت:۴۲)

یہ ہے نازل کردہ حکمتوں والے خوبیوں والے (اللہ) کی طرف سے۔

(قُلْ نَزَّلَهُ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ) (النحل:۱۰۲)

کہہ دیجئے کہ اسے آپ کے رب کی طرف سے جبرئیل حق کے ساتھ لے کر اترے ہیں۔

[آپ دیکھ رہے ہیں کہ یہاں قرآن کے اللہ تعالیٰ کے پاس سے اترنے کی بات کہی جارہی ہے اگر اللہ تعالیٰ ہر جگہ ہے تو اسے اوپر سے لیکر اترنے کا کیا مطلب ہے؟]

۸۔ بعض مخلوقات کے اس بات کے اختصاص کی تصریح کے ساتھ کہ وہ اس کے نزدیک ہیں اور ان میں سے بعض بعض سے زیادہ اس کے قریب ہیں جیسے: (فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ) (فصلت:۳۸) تو وہ (فرشتے) جو آپ کے رب کے نزدیک ہیں۔

یا (وَلَهُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَمَنْ عِنْدَهُ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ) (الانبیاء:۱۹)

آسمانوں اور زمینوں میں جو ہے اسی اللہ کا ہے اور جو اس کے پاس ہیں وہ اس کی عبادت سے نہ سرکشی کرتے ہیں اور نہ تھکتے ہیں۔

[اور حدیثوں میں اس بات کی صراحت موجود ہے کہ فرشتے آسمان پر ہوتے ہیں اور زمین پر ان میں سے بعض کی آمد ورفت جاری رہتی ہے]

۹۔ اس بات کی صراحت کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں ہے جیسے: (ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ) (الملک:۱۶) کیا تم اس سے بے خوف ہو گئے جو آسمان میں ہے۔

۱۰۔ حرف جر (علی) کے ساتھ استواء کی تصریح جو عرش کے ساتھ مختص ہوتا ہے جو سب سے اعلیٰ مخلوق ہے اور اکثر میں اس کے ساتھ حرف (ثم) ہوتا ہے جو ترتیب اور معنی پر دلالت کرتا ہے، جیسے: (اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ) (الاعراف:۵۴) بیشک تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے سب آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کیا ہے، پھر عرش پر قائم ہوا۔

۱۱۔ فرعون کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس بارے میں جھٹلانا کہ ان کا اللہ آسمان میں ہے (يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ○ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا) (المومن:۳۶-۳۷)

(دیکھئے **اعلام الموقعین عن رب العالمین** (۲/۳۰۰-۳۰۲) بتصرف یسیر، اور کتاب **العرش للذہبی** ج-۲ رتحقیق دکتور محمد بن خلیفہ تیمی) (جاری ہے ان شاء اللہ)

❖ ❖ ❖

عقیدہ ومنہج

مسجد نبوی کے علاوہ سلف سے منسوب دیگر مساجد کی زیارت

ابوعبداللہ عنایت اللہ سنابلی مدنی

فتویٰ نمبر(۱۹۷۲۹)۔ بتاریخ ۲۷/۶/۱۴۱۸ھ ہجری۔

الحمد لله وحده، والصلاة والسلام على من لا نبي بعده، وبعد:

دارالإفتاء کمیٹی سعودی عرب کواُس سوال کے سلسلہ میں اطلاع ہوئی جوسائل (م۔ا۔ع۔) کی جانب سے (سابق) مفتی عام (امام عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ) کوموصول ہوا، اور کبار علماء بورڈ کے جنرل سکریٹریٹ کی جانب سے کمیٹی کومورخہ ۳۰/۳/۱۴۱۸ھ رجسٹر نمبر (۱۸۷۳) کے ذریعہ حوالہ کیا گیا۔

سوال: میں جناب عالی سے درخواست کرتا ہوں کہ مندرجہ ذیل سوال کا جواب عنایت فرمائیں۔

اولاً: ایسے شخص کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے جو مسجد نبوی ﷺ میں صلاۃ ادا کرنے کی خاطر مدینہ منورہ آتا ہے، پھر مسجد قباء، مسجد قبلتین، مسجد جمعہ، مساجد مصلیٰ (مسجد غمامہ، مسجد صدیق، مسجد علی رضی اللہ عنہ) اور سلف سے منسوب دیگر مساجد جاتا ہے اور ان میں داخل ہوکر دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کرتا ہے، ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

ثانیاً: کیا زیارت کرنے والے کے لئے مسجد نبوی پہنچنے کے بعد معلومات حاصل کرنے، سلف صالحین کی تاریخ میں غور وفکر کرنے، اور غزوات نیز انصاری قبائل کے مکانات کے تعلق سے کتب تفسیر، حدیث اور تاریخ میں پڑھی ہوئی معلومات کی عملی تطبیق کی نیت سے مدینہ منورہ کی عہد سلف سے منسوب (اثری) مساجد دیکھنے کے لئے جانا اور موقع غنیمت سمجھنا جائز ہے؟ امید کہ نوازش فرمائیں گے۔

فتویٰ کمیٹی نے مذکورہ بالا سوال کا جائزہ لینے کے بعد درج ذیل جواب دیا:

جواب: ان دونوں سوالوں کے جواب کے لئے درج ذیل تفصیل درکار ہے۔

اولاً: مدینہ منورہ میں پائی جانے والی مساجد کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کئی طرح کی ہیں۔

(۱) مدینہ منورہ کی وہ مسجدیں جن کی خصوصیت کے ساتھ فضیلت ثابت ہے، اور وہ صرف دو مسجدیں ہیں:

۱۔ مسجد نبوی ﷺ، جو کہ اللہ جل جلالہ کے حسب ذیل فرمان میں بدرجۂ اولیٰ داخل ہے:

{لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ۚ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ أَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ۚ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ} (سورة التوبة:۱۰۸)۔

البتہ جس مسجد کی بنیاد اول دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہ اس لائق ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں، اس میں ایسے لوگ ہیں جو خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں' اور اللہ عز وجل خوب پاک ہونے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

اور یہ ان تین مساجد میں سے دوسری مسجد ہے جن کی طرف زیارت کی نیت سے سفر کرنا جائز ہے، جیسا کہ سنت رسول ﷺ سے ثابت ہے اور سنت رسول سے یہ بھی ثابت ہے کہ مسجد حرام کے علاوہ دنیا کی دیگر مساجد کے بالمقابل اس میں ایک صلاۃ کا ثواب ایک ہزار صلوات کے برابر ہے۔

۲۔ مسجد قباء، جس کے سلسلہ میں خصوصیت کے ساتھ فرمان باری {لمسجد أسس على التقوى من أول يومٍ ...} نازل ہوا ہے۔

اورحضرت اسید بن ظہیر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"صلاة في مسجد قباء كعمرة" (جامع الترمذی، کتاب الصلاۃ، حدیث نمبر (۲۹۸) وابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیھا، حدیث نمبر (۱۴۰۱))۔

مسجد قباء میں ایک صلاۃ کا ثواب عمرہ ادا کرنے کی طرح ہے۔

اورسہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"من تطهر في بيته ثم أتى مسجد قباء فصلى فيه صلاةً كان له أجر عمرة" (سنن النسائی، کتاب المساجد، حدیث نمبر (۶۹۲)، ومسند احمد، مسند المکیین، حدیث نمبر (۱۵۴۱۴)، وابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیھا، حدیث نمبر (۱۴۰۲) الفاظ ابن ماجہ ہی کے ہیں، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح سنن ابن ماجہ (۱/ ۲۳۸) میں صحیح قرار دیا ہے)۔

جس نے گھر میں وضو کیا' پھر مسجد قباء آکر ایک صلاۃ ادا کی ،اس کیلئے ایک عمرہ کا ثواب ہے۔

(۲) مدینہ میں مسلمانوں کی عام مسجدیں، ان کا حکم عام مسجدوں کی طرح ہے، ان کے سلسلہ میں کسی طرح کی کوئی فضیلت ثابت نہیں ہے۔

(۳) وہ مسجد جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صلاۃ کی جہت یا خاص اسی جگہ بنائی گئی جہاں آپ نے صلاۃ ادا کی تھی، جیسے مسجد بنوسالم اور مسجد عید گاہ ،تو ان مساجد کی بھی خصوصیت کے ساتھ نہ تو کوئی فضیلت ثابت ہے، اور نہ ہی ان کی زیارت اور تحیۃ المسجد وغیرہ کی کوئی ترغیب وارد ہے۔

(۴) نوایجاد بدعی مسجدیں، جو عہد رسالت اور خلافت راشدہ کی طرف منسوب ہیں ،جنہیں زیارت گاہوں کی حیثیت حاصل ہے، جیسے مساجد سبعہ، مسجد کوہ اُحد وغیرہ، تو ان مسجدوں کی بھی شریعت مطہرہ میں کوئی اصل نہیں ہے، اور نہ ہی کسی قسم کی عبادت کے لئے ان کا قصد جائز ہے، بلکہ یہ کھلی ہوئی بدعات ہیں۔

شرعی اصول یہ ہے کہ ہم صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی کی عبادت کریں، اور اسی شریعت کی روشنی میں کریں جسے اللہ نے اپنے نبی ورسول محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانی ہمیں عطا فرمایا ہے، اور ایسا کتاب اللہ، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور امت کے ان سلف صالحین کی طرف پلٹ کر ہی ہوسکتا ہے' جنھوں نے اس دین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لیکر ہم تک پہنچایا' اور ہمیں بدعات سے متنبہ اور آگاہ کیا، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهو ردٌ" (صحیح مسلم ،کتاب الأقضیۃ، باب نقض الأحکام الباطلۃ ورد محدثات الأمور، ۳/ ۱۳۴۴،حدیث نمبر (۱۷۱۸))۔

جس کسی نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں' تو وہ مردود ہے۔

اور ایک دوسری حدیث میں فرمایا:

"من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو ردٌ" (متفق علیہ: صحیح البخاری، کتاب الصلح، حدیث نمبر (۲۶۹۷)، ومسلم، کتاب الأقضیۃ، حدیث نمبر (۱۷۱۷))۔

جس نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسی نئی بات ایجاد کی جو اس میں سے نہیں تو مردود ہے۔

نیز فرمایا: "عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين من بعدي عضوا عليها بالنواجذ، وإياكم ومحدثات الأمور، فإن كل محدثة بدعة، وكل بدعة ضلالة" (أبوداود، کتاب السنۃ، باب فی لزوم السنۃ، ۴/ ۲۰۱، حدیث نمبر (۴۶۰۷)، والترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی الأخذ بالسنۃ واجتناب البدع، ۵/ ۴۴، حدیث نمبر (۲۶۷۶)، وابن ماجہ فی المقدمۃ، باب اتباع سنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین، ۱/ ۱۵،۱۶، حدیث نمبر (۴۲، ۴۳، ۴۴)، ومسند احمد، ۴/ ۴۶،۴۷)۔

میری سنت کو لازم پکڑنا اور میرے بعد میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت کو، اسے دانتوں سے مضبوط پکڑنا، اور دین میں نئی نئی باتوں سے بچنا، کیونکہ ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

مزید فرمایا: "اقتدوا باللذَين من بعدي: أبي بكر،

وعمر" (الترمذی، کتاب المناقب، حدیث نمبر (۳۵۹۵)، ومسند احمد، باقی مسند الأنصار، حدیث نمبر (۲۲۱۶۱))۔
میرے بعد ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی اتباع کرو۔

اور جب بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے تبرک کے حصول اور ہتھیار لٹکانے کی غرض سے ایک درخت مقرر کرنے کا مطالبہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اللہ اکبر! یہ تو گمراہی کے راستے ہیں"، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم نے تو وہی بات کہی ہے جو بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہی تھی کہ:
{اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ} (سورۃ الأعراف:۱۳۸)۔
ہمارے لئے بھی ایک معبود ایسا ہی مقرر فرما دیجئے جس طرح ان کے یہ معبود ان ہیں۔

نیز فرمایا: "افترقت اليهود على إحدى وسبعين فرقةً، وافترقت النصارى على ثنتين وسبعين فرقةً، وستفترق هذه الأمة على ثلاث وسبعين فرقةً، كلها في النار إلا واحدة"، قيل: "من هي يارسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم؟ قال: "من كان على مثل ما أنا عليه اليوم وأصحابي" (جامع الترمذی، کتاب الایمان، باب ماجاء فی افتراق ھذہ الأمۃ، ۵/۲۶، حدیث نمبر (۲۶۴۱))۔

یہود اکہتر فرقوں میں تقسیم ہوئے 'نصاریٰ (عیسائی) بہتر فرقوں میں تقسیم ہوئے، اور میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہوگی، اور وہ سب کے سب جہنمی ہوں گے سوائے ایک کے' دریافت کیا گیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ کون لوگ ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: "جس پر آج میں اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں۔

ابن وضاح اپنی کتاب "البدعة والنهي عنها" (ص/۹) میں اپنی سند سے بروایت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نقل فرماتے ہیں کہ عمرو بن عتبہ اور اسکے بعض ساتھیوں نے ملکر کوفہ میں ایک مسجد بنوائی، تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حکم دیا اور وہ مسجد مسمار کردی گئی، پھر آپ کو معلوم ہوا کہ یہ لوگ کوفہ کی مسجد کے ایک کونہ میں اکٹھا ہوتے ہیں اور گن گن کر ایک مخصوص تعداد میں "سبحان الله"، "لا إله الا الله" اور "الله أكبر" کا ورد کرتے ہیں، آپ نے اپنی ٹوپی پہنی اور ان کے درمیان جا کر بیٹھ گئے، اور جب انہیں یہ ساری چیزیں کہتے ہوئے سنا' تو اپنی ٹوپی سر سے اتاری اور فرمایا: "میں ابو عبد الرحمن ہوں' (ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی کنیت) تم لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے بڑھ کر علم والے ہوگئے ہو!! یا تو تم نے ظلماً ایک بدعت ایجاد کرلی ہے' (سنن الدارمی، کتاب المقدمۃ، حدیث نمبر (۲۰۶))۔

اس طرح عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ نے بدعت اور بدعت پرستی سے متنبہ کیا ہے اور سلف صالحین کی اتباع کی ترغیب دلائی ہے۔

نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ جب آپ نے لوگوں کو اس درخت کے پاس جاتے دیکھا جس کے نیچے صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت رضوان کی تھی، تو اسے کاٹ ڈالا، اور جب لوگوں کو ایک خاص جگہ جاتے دیکھا، تو دریافت کیا، معلوم ہوا کہ حج کے راستے میں ایک خاص جگہ پر جا کر یہ لوگ صلاۃ ادا کرتے ہیں جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صلاۃ پڑھی تھی، تو انتہائی غضبناک ہوئے اور فرمایا:
"تم سے پہلے لوگ اپنے انبیاء کے آثار ونشانات کی تلاش میں ہی ہلاک ہوئے"۔

نیز یہ چیز بھی معلوم ہے کہ مساجد کی تعمیر سے شریعت کا مقصد لوگوں کا عبادت کی خاطر جمع ہونا ہے' اور سات مسجدوں کا یک جا جمع ہونا اس مقصد کو پورا نہیں کرتا، بلکہ ایسا کرنا اختلاف وافتراق کا سبب ہے جو کہ شریعت کے منافی ہے، یہ مسجدیں اکٹھا ہونے کی غرض سے نہیں بنائی گئی ہیں، کیونکہ یہ نہایت قریب قریب ہیں' بلکہ تبرکاً صلاۃ پڑھنے اور دعا وغیرہ کرنے کی غرض سے بنائی گئی ہیں، جو کہ سراسر بدعت ہے۔

رہا مسئلہ "مساجد سبعہ" کی وجہ تسمیہ کا، تو قطعاً اس کی کوئی تاریخی سند نہیں ہے، ابن زبالہ نے "مسجد فتح" کا ذکر کیا ہے' جو کہ محدثین کی نگاہ میں کذاب اور انتہائی جھوٹا شخص تھا، جس کی موت

دوسری صدی ہجری کے اواخر میں ہوئی، پھر اس کے بعد مورخ ابن شبہ آئے جنھوں نے اس مسجد کا ذکر فرمایا' اور یہ بات بھی معلوم ہے کہ مورخین سند اور صحت روایت کا اہتمام کئے بغیر صحت کی ذمہ داری بیان کرنے والوں کے سرڈال کر جو کچھ ملتا ہے نقل کر دیتے ہیں' جیسا کہ امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے تاریخ ابن جریر میں ذکر فرمایا ہے، اور جہاں تک ان مساجد یا ان میں سے کسی ایک کے نام کا مسئلہ ہے تو صحیح سند سے ثابت نہیں ہے۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جملہ اقوال و افعال کے نقل کرنے کا بھرپور اہتمام کیا ہے، حتیٰ کہ ہر اس چیز کو نقل کر دیا ہے جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے ہوئے دیکھا ہے، یہاں تک کہ قضاء حاجت کو بھی، چنانچہ ہر ہفتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مسجد قباء آنے، وفات سے قبل شہداء اُحد پر الوداعی صلاۃ پڑھنے، اور اس طرح کی دیگر بے شمار چیزوں کو نقل کر دیا ہے جن سے احادیث کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔

لیکن حفاظ حدیث اور مورخین نے ان مساجد کے ناموں کی جویائی میں کوئی کسر نہ اٹھارکھی، چنانچہ علامہ سمہودی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''مجھے ان تمام مساجد میں سے کسی کی اصل نہ مل سکی''، نیز فرماتے ہیں: ''باوجودیکہ میں اس نام کی اصل نہ جان سکا، اور نہ ہی مطری کے کلام میں مذکور دونوں مسجدوں کی نسبت کی حقیقت سمجھ سکا''۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: ''یہاں مقصد یہ ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ نے کبھی بھی انبیاء علیہم السلام کے آثار پر کوئی چیز نہ بنائی، مثلاً کہیں اترے ہوں، یا صلاۃ ادا کی ہو، یا کوئی اور عمل کیا ہو، نہ ہی انبیاء وصالحین کے آثار کے سبب مساجد وغیرہ کی تعمیر کا قصد ہی کرتے تھے، بلکہ ان کے ائمہ جیسے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ وغیرہ ایسی جگہ صلاۃ تک پڑھنے سے منع فرماتے تھے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا قصد اتفاقاً صلاۃ ادا کی ہو، اور ذکر کیا جاتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر خلفاء راشدین حضرات ابوبکر، عثمان، علی، اور دیگر عشرۂ مبشرہ، نیز بقیہ تمام صحابۂ کرام جیسے عبداللہ بن مسعود، معاذ بن جبل، اور ابی بن کعب وغیرہم رضی اللہ عنہم، ان آثار ونشانات پر کبھی بھی صلاۃ ادا کرنے کا قصد نہ کیا کرتے تھے۔

پھر شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ذکر فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں بہت ساری مسجدیں ہیں، لیکن مسجد قباء کے علاوہ کسی بھی مسجد کے قصد میں کوئی فضیلت نہیں ہے، اور جو قبروں اور دیگر آچار قدیمہ وغیرہ پر مساجد ومزارات کا وجود ہوا ہے وہ دراصل دین اسلام میں نو ایجاد بدعات اور ایسے لوگوں کا عمل ہے جو شریعت اسلامیہ، کمال توحید، اخلاص وللّٰہیت اور شرک کے ابواب کا انسداد جیسی تعلیمات نبویہ سے بے بہرہ اور لاعلم ہیں، جنہیں شیطان نبی آدم کے لئے واکرتا ہے''۔

امام شاطبی رحمہ اللہ اپنی کتاب ''الاعتصام'' میں ذکر فرماتے ہیں کہ: ''جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کچھ لوگوں کو ایک جگہ جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صلاۃ پڑھی تھی جا کر صلاۃ پڑھتے دیکھا، تو فرمایا: ''تم سے پہلے لوگ اسی وجہ سے ہلاک و برباد ہوئے، اپنے انبیاء کے آثار کے پیچھے لگے، اور پھر آہستہ آہستہ انہیں کنیسے اور گرجا گھر بنالئے''۔

نیز فرماتے ہیں کہ ابن وضاح نے فرمایا: ''امام مالک رحمہ اللہ ہر طرح کی بدعت کو ناپسند کرتے تھے خواہ دیکھنے میں بھلی ہی کیوں نہ ہو، تاکہ غیر سنت کو سنت اور ناجائز کو مشروع نہ سمجھ لیا جائے''۔

امام شاطبی رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں: ''ابن کنانہ سے مدینہ منورہ میں موجود آثار ونشانات سے متعلق دریافت کیا گیا، تو انہوں نے فرمایا: ''ہمارے یہاں جو چیز ثابت ہے وہ صرف مسجد قباء ہے۔۔۔''۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ آپ نے فتنہ کے خوف سے اس درخت کو کاٹ دیا تھا جس کے پاس جا کر لوگ صلاۃ ادا کیا کرتے تھے۔

عمر بن شبہ رحمہ اللہ نے ''أخبار المدینة'' میں اور ان کے

بعد علامہ عینی رحمہ اللہ نے صحیح بخاری کی شرح میں بے شمار مساجد کا تذکرہ کیا ہے، لیکن ''مساجد سبعہ'' کے نام سے کوئی مسجد ذکر نہیں کی ہے۔

اس مختصر سی وضاحت سے معلوم ہوتا ہے کہ مساجد سبعہ کا وجود دلائل کی روشنی میں ثابت نہیں ہے، اور نہ ہی مسجدِ فتح نام کی کسی مسجد کا ثبوت ہے جو ''عبیدیوں'' (جن کے باطل عقائد معروف ہیں) کے وزیر ابوالہیجاء کے اہتمام سے وجود میں آئی۔

اور چونکہ عوام کی اکثریت انہی مساجد کی زیارت، ان میں صلاۃ پڑھنے اور ان سے تبرک حاصل کرنے کے لئے سرگرداں نظر آتی ہے، اور مسجد نبوی ﷺ کی زیارت کے لئے سفر کرنے والوں کی اکثریت انہی مساجد کے سبب مسجد نبوی کی زیارت سے غفلت اور بے اعتنائی کا شکار ہوتی ہے، اس لئے ان مساجد بدعیہ کا قصد کرنا کھلی بدعت ہے۔ اور انہیں باقی رکھنا شریعت اسلامیہ کے مقاصد اور خالص اللہ عزوجل کی عبادت کا پیغام دے کر مبعوث ہونے والے نبیٔ آخر الزماں ﷺ کے احکامات سے متعارض ومتصادم ہے، اور سنت نبوی ان کے ازالہ کی متقاضی ہے، ارشاد نبوی ہے:

''من عمل عملا ليس عليه أمرنا فهو ردٌ'' (صحیح مسلم، کتاب الأقضية، باب نقض الأحكام الباطلة ورد محدثات الأمور، ۳/ ۱۳۴۴، حدیث نمبر (۱۷۱۸))۔

جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں تو وہ مردود ہے۔

چنانچہ حکم رسول کی اتباع اور خلیفۂ راشد امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی اقتداء کرتے ہوئے ضروری ہے کہ فتنہ کشی، ذریعۂ شرک کے انسداد، صاف شفاف اسلامی عقیدہ کے تحفظ اور بازوئے توحید کی حمایت کی خاطر ان مساجد کا ازالہ کیا جائے، کہ جنھوں نے حدیبیہ کے درخت کے پاس جب لوگوں کو جاتے دیکھا تو فتنہ کے اندیشہ سے اسے کاٹ دیا، اور واضح فرمایا کہ پچھلی امتیں اپنے انبیاء کے آثار ونشانات کی تلاش وجستجو ہی کی سبب ہلاک و برباد ہوئیں، جن کا انہیں حکم نہ دیا گیا تھا، کیونکہ یہ شریعت کا ایک ایسا مسئلہ تھا جس کی اللہ تعالیٰ نے اجازت نہ دی تھی۔

ثانیاً: سابقہ گفتگو سے معلوم ہوتا ہے کہ آثار سلف کی معلومات یا عبادت اور در و دیوار، مینار ومحراب کو چھونے اور ان سے تبرک حاصل کرنے کی خاطر ان مساجد سبعہ یا دیگر نو ایجاد مساجد کی طرف لوگوں کا جانا اور ان کا قصد کرنا بدعت، اور شرک کی ایک قسم ہے جو کفار کے اس عمل کے مشابہ ہے جسے وہ جاہلیت میں اپنے بتوں اور دیوی دیوتاؤں کے ساتھ انجام دیتے تھے، لہٰذا ہر اس مسلمان کیلئے جو اپنی ذات کا خیر خواہ ہے ضروری ہے کہ اس بدعی عمل کو ترک کردے اور اپنے مسلمان بھائیوں کو بھی اس کی نصیحت کرے۔

ثالثاً: مذکورہ تفصیل سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بعض وہ لوگ جو حجاج کرام اور زائرین حرم کو دھوکہ دیتے ہیں اور اجرت لے کر گاڑیوں سے مساجد سبعہ اور ان جیسی دیگر بدعتی جگہوں پر زیارت کی خاطر لے جاتے ہیں، ایسا کرنا حرام ہے، اور اس عمل کے عوض جو مال وہ ان سے لیتے ہیں وہ حرام کمائی ہے، جس سے باز آنا بے حد ضروری ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجًا ○ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ} (سورۃ الطلاق: ۲، ۳)۔

اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لئے چھٹکارے کی شکل نکال دیتا ہے، اور اسے ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جس کا اسے گمان بھی نہ ہو۔

(اور توفیق دہندہ اللہ جل جلالہ ہی ہے)

وصلی اللہ علی نبینا محمد وآلہ وصحبہ وسلم

[اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء]

عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز (صدر) عبدالعزیز بن عبداللہ بن محمد آل الشیخ (نائب صدر) عبداللہ بن عبدالرحمن الغدیان (عضو) بکر بن عبداللہ ابوزید (عضو) صالح بن فوزان الفوزان (عضو)

مسائل شرعیہ

فقہ وفتاویٰ

عبدالحکیم عبدالمعبود المدنی

سوال: دہشت گردانہ کارروائیوں اور تخریب وفساد اور تشدد آمیز اعمال کے سلسلے میں اسلام کا کیا موقف ہے؟ داعش اور دیگر شر پسند تنظیموں کا جہاد وخلافت کے نام پر قتل وخونریزی اور اس کی خطرناکی اور حرمت کو قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: اسلام دینِ رحمت ہے جو ناحق کسی کا خون بہانے قتل کرنے یا کسی کو ڈرانے دھمکانے اور ایذاء پہونچانے سے منع کرتا ہے قرآن مجید اور احادیث نبویہ کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ ظلم وزیادتی تشدد وبربریت، معصوموں کا خون اور بے گناہوں کا قتل عام اور اس سلسلے کی تمام تر کارروائیاں جو دہشت گردی اور بم دھماکوں کی شکل میں آئے دن ظاہر ہوتی رہتی ہیں یہ سب کے سب حرام اور ناجائز اعمال ہیں اور فساد فی الارض سے تعلق رکھتی ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا، فرمان باری ہے: (إِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ) (القصص:۷۷) کہ اللہ تعالیٰ فسادیوں کو پسند نہیں کرتا اور (إِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ) (البقرۃ:۱۹۰) اللہ تعالیٰ ظلم وتشدد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا، اس کے برخلاف نبی کریم ﷺ کی تعلیمات امن وشانتی اور لوگوں کے درمیان اطمینان وسکون کا ماحول بنانے اور باہمی اخوت ورواداری کی بنیاد پر زندگی گزارنے کی طرف واضح اور ٹھوس اشارہ کرتی ہیں، دین اسلام نے تو ناحق پرندوں اور حیوانات کو بھی نشانہ بنانے ڈرانے دھمکانے اور دہشت زدہ کرنے سے منع فرمایا ہے، اور انسانی جان کی تو اللہ اور رسول کے نزدیک بڑی قیمت ہے اسی لئے قرآن مجید نے یہ خلاصہ کردیا کہ: (مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا) (المائدۃ:۳۲) ترجمہ: جو شخص کسی کو بغیر اس کے کہ وہ کسی کا قاتل ہو یا زمین میں فساد مچانے والا ہو قتل کرڈالے تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کردیا اور جو شخص کسی ایک کی جان بچائے اس نے گویا تمام لوگوں کو زندہ کردیا اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "لَنْ يَزَالَ الْمُؤْمِنُ فِيْ فُسْحَةٍ مِنْ دِيْنِهِ مَالَمْ يُصِبْ دَمًا حَرَاماً" کہ مومن برابر اپنے دین کے سلسلے میں کشادگی اور راحت میں رہیگا جب تک کہ کسی کا ناحق خون نہ بہایا ہو۔ (صحیح بخاری: ۶۸۶۲) دوسری روایت میں فرمایا: "إِنَّ مِنْ وَرَطَاتِ الْأُمُورِ الَّتِيْ لَا مَخْرَجَ لِمَنْ أَوْقَعَ نَفْسَهُ فِيْهَا سَفْكُ الدَّمِ الْحَرَامِ بِغَيْرِ حِلِّهِ" بیشک پیچیدہ امور میں سے جس سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں اس آدمی کیلئے جس نے اپنے نفس کو اس میں ڈال دیا ہے یہ ہے کہ کسی کا ناحق خون بہایا جائے۔ (صحیح بخاری ح: ۶۸۶۳) مذکورہ دلائل کی روشنی میں یہ بات طے ہوجاتی ہے کہ اس طرح کے مذبوحی اعمال، وحشیانہ حرکات اور معصوموں کا قتل عام کرنا سراسر ظلم تشدد اور بربریت ہے چاہے کرنے والا مسلمان ہو یا غیر مسلم ہو اقامت خلافت کے نام پر کرے یا اسلامک اسٹیٹ کا لیبل لگا کر۔ نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کے یہ سراسر خلاف ہے اور اسلام اس کی مطلقاً اجازت نہیں دیتا ہے آپ ﷺ نے تو حالتِ جنگ اور میدان قتال میں بھی اس طرح کی وحشیانہ حرکتوں اور تشدد آمیز کارروائیوں کی اجازت نہیں دی

ہے۔اسلامی تاریخ اس کی شاہد عدل ہے امام بخاریؒ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ایک واقعہ نقل فرمایا ہے کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت خالد بن ولید کو قبیلہ بنی جذیم کی طرف بھیجا، چنانچہ وہ لوگ اچھی طرح اسلام قبول کرنے اور اسلمنا کہنے کے بجائے صبأنا (ہم بے دین ہوگئے) کہنے لگے یہ دیکھ کر حضرت خالد نے انھیں قتل کرنے اور قیدی بنانے کا حکم دیدیا اور ہر آدمی کو ایک قیدی سونپ کر اسے قتل کرنے کے لئے کہا حضرت ابن عمر کہتے ہیں میں نے کہا اللہ کی قسم میں اپنے قیدی کو قتل نہیں کرسکتا اور میرے ساتھیوں میں سے بھی کوئی اپنے قیدی کو قتل نہ کرے گا، بالآخر یہ معاملہ دربار رسالت میں پہونچا تو اسے سن کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَبْرَأُ اِلَیْکَ مِمَّا صَنَعَ خَالِدُ بْنُ اَلْوَلِیْدِ'' (صحیح بخاری ح:۴۳۳۹۱) اللہ میں اس عمل سے برأت کا اظہار کرتا ہوں جو خالد بن ولید نے کیا ہے اس طرح کے بے شمار واقعات تاریخ اسلام کے صفحات میں موجود ہیں جو اس بات کی دلیل ہیں کہ نبی کا اسوہ اور آپ کی حیات طیبہ ان تمام دہشت گردانہ اور وحشیانہ اعمال کے منافی اور مخالف ہے اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ علماء سلف اور اہلحدیث اکابرین نیز سلفی منہج سے وابستہ تمام مفتیان اور اہل علم حضرات نے ہمیشہ اس طرح کی تحریکوں، تنظیموں اور اس طرح کے افراد اور جماعتوں کی مذمت کی ہے بلکہ ان کے خلاف سخت فتاوے صادر کئے ہیں اور سماج میں ان کی غلط حرکتوں اور غیر انسانی اعمال کی نکیر کرتے رہے ہیں، بالخصوص القاعدہ اور اس کے بعد نئے نام سے وجود میں آنے والی تنظیم داعش کو اہل علم نے فسادی گروہ قرار دیا ہے اس لئے تمام مسلمانوں بالخصوص نوجوانوں کو ان تمام فسادی گروہوں سے ہوشیار رہنا چاہئے۔سعودی عرب کی سپریم علماء کونسل نے اس سلسلے میں اپنی ایک اہم میٹنگ میں بحث وتحقیق کے بعد درج ذیل فتویٰ صادر کیا ہے کہ اس طرح کا ارھاب اور دہشت گردی کی مختلف شکلیں یہ سب کے سب بھیانک جرائم اور ظلم وتشدد کی وہ قسمیں ہیں جو اسلامی شریعت اور انسانی فطرت دونوں کے اعتبار سے ناپسندیدہ اور ناقابل معافی جرم ہیں اس طرح کے جرائم میں ملوث رہنے والوں کو سخت سے سخت سزا ملنی چاہئے (هيه كبار العلماء قرار رقم ۲۳۹/ تاریخ ۲۷/۴/۱۴۳۵ء مطابق ۱۹/۱۱/۱۴۳۵ھ) مذکورہ فتویٰ پر کم وبیش ۲۰ سے زائد کبار علماء کے دستخط ہیں۔اس طرح کا ایک فتویٰ سعودی عرب کے مفتی اعظم شیخ عبدالعزیز آل شیخ حفظہ اللہ نے دیا ہے فرماتے ہیں کہ معصوموں بے گناہوں اور عہد و پیمان پر رہنے والے لوگوں کا خون بہانا دین اسلام کے مقاصد عظیم کے خلاف ہے اور یہ انتہائی خطرناک قسم کی ظلم وزیادتی ہے جس کی قرآن وحدیث میں کوئی دلیل نہیں ہے (جریدہ ریاض ۱۱/ذی القعدہ ۱۴۳۷ھ) الغرض شیخ ابن باز، شیخ البانی، شیخ ابن عثیمین اور دیگر معتبر سلفی علماء اور اہل حدیث مسلک کے حاملین، جملہ اہل علم وذمہ داران جماعت وجمعیت اور ان کے قابل اعتبار مفتیان کرام کا یہی فتویٰ ہے کہ اس طرح کی تنظیمات وتحریکات اور اس سے جڑے افراد اور ان کے اعمال وحرکات کا سلفی منہج اور دین اسلام کے مقاصد شریعت سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ یہ سب فسادی اور گمراہ کن گروہ ہیں، مسلم نوجوانوں کو ان سے ہوشیار رہنا چاہئے اور سرپرستوں اور والدین کو اپنے بچوں پر نگاہ رکھنی چاہئے تاکہ وہ گمراہ کن عناصر کے پروپیگنڈوں اور سازشوں کا شکار نہ بنائے جاسکیں اور جذبات یا لالچ میں آکر کوئی ایسی حرکت نہ کربیٹھیں جن کی اسلام اجازت نہیں دیتا ہے اس سلسلے میں سعودی کبار علماء مفتی اعظم، رابطہ العالم الاسلامی اور مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی شائع کردہ دہشت گردی مخالف فتاویٰ کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے۔ (واللہ يهدى الى سواء السبيل)

❖ ❖ ❖

جمعیت کی سرگرمیاں

دفتر صوبائی جمعیت

اسلام امن وآشتی اوراخوت ومحبت اوراحترام انسانیت کا دین ہے
یہاں داعش جیسی خونی تنظیم اوردہشت گردی کی کوئی گنجائش نہیں
صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے ماہانہ اجتماع میں علماء کرام کا اظہار خیال

بتاریخ ۷/اگست ۲۰۱۶ء بروز اتوار بمقام جامع مسجد اہل حدیث مرول بوقت ۴/بجے شام تا صلاۃ عشاء صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے زیر اہتمام ماہانہ اجتماع زیر صدارت مولانا عبدالسلام صاحب سلفی امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی منعقد ہوا جس میں خطاب کرتے ہوئے علمائے کرام نے فرمایا کہ اللہ کے خلیل ابراہیم علیہ السلام جو آسمانی مذاہب کے ماننے والے تمام لوگوں کے یہاں محترم ہیں ان کی زندگی اطاعت الٰہی کا بہترین نمونہ تھی جس میں عقیدہ توحید کی خدمت اور اس کے تقاضوں کی تکمیل سب سے نمایاں ہے اورانھوں نے ساری دنیا کو امن کا پیغام سناتے ہوئے اس کی بنیادوں پر بھی روشنی ڈالی ہے اور یہ بتایا ہے کہ دنیا اگر اپنے خالق ومالک کو پہچان لے اور اس کے حکموں کے مطابق زندگی گزارے تو وہ خوشحالی، امن اور برکتوں سے مالا مال ہوجائے گی۔ نیز امن کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا گیا کہ اسلام اپنے ماننے والوں کو بلاتفریق عدل وانصاف اور رحمت کی تعلیم دیتا ہے اورظلم وزیادتی کی ہر قسم سے اپنی براءت کا اظہار کرتا ہے، یہاں دہشت گردی یا داعش جیسی خونی تنظیموں کی کوئی گنجائش نہیں ہے جس کے پیچھے اسلام دشمن طاقتوں کا مضبوط ہاتھ ہے اس لئے کوئی بھی باشعور مسلمان ان سے دھوکا نہیں کھا سکتا ہے، اورحج اوراس کے پیغامات کے موضوع پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا گیا کہ حج اسلام کا ایک اہم فریضہ اور مسلمانوں کی تربیت کا ایک مدرسہ ہے جس میں ایک انسان کو دوسرے انسانوں کے ساتھ رہتے ہوئے نرمی اخوت اور محبت وایثار کی تعلیم دی جاتی ہے، اور اللہ کی بندگی کے ساتھ اس کے بندوں سے عمدہ سلوک کی تربیت دی جاتی ہے، یہ مسلمانوں کی ایک عالمی کانفرنس ہے جس میں امیر، غریب، کالے، گورے اور ہر ملک ونسل کے لوگ ایک ہی صف میں کھڑے ہوکر اس بات کا پیغام دیتے ہیں کہ اسلام کا دامن سب کے لئے کشادہ ہے اور یہ ایک عالمی دین ہے، اسی لئے اس کی تعلیمات میں عظمت اور احسان کے تمام پہلو موجود ہیں۔ اجتماع میں ایک اہم موضوع سلفیت حقائق اور پروپیگنڈے بھی تھا جس میں بتایا گیا کہ سلفیت کوئی شخصی مسلک نہیں ہے بلکہ وہ اسلام ہی کی دوسری تعبیر ہے جس میں تعلیمات وہدایت کا مصدر کتاب وسنت ہیں اور کتاب وسنت کی وہی فہم یہاں معتبر ہوتی ہے جو سلف صالحین

صحابہ وتابعین اور ائمہ دین کی طرف سے منقول ہوتی ہے اور سلفیت میں تعصب وتنگ نظری یا انتہا پسندی کی کوئی گنجائش نہیں ہے یہاں ہر معاملے میں اعتدال پایا جاتا ہے اور مسلکی گروہ بندیوں سے بلند ہوکر تمام مسلک کے ائمہ کے احترام اور ان سے استفادہ کی تعلیم دی جاتی ہے اور ان میں بیجا موازنہ سے گریز کیا جاتا ہے۔ یہاں کسی بھی طرح کی بدامنی کے علمبردار یا تخریبی ذہنیت کے حامل لوگوں کی قطعی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اجتماع کی صدارت صوبائی جمعیت کے امیر مولانا عبدالسلام سلفی نے کی اور نظامت مولانا وصی اللہ رحمانی نے کی اور مولانا محمد مقیم فیضی، مولانا عبدالحکیم مدنی، مولانا عنایت اللہ مدنی اور مولانا سرفراز فیضی نے سامعین کو اپنے گرانقدر خطابات سے مستفید فرمایا اور عشاء کی نماز کے بعد اجتماع کا اختتام ملت کی بھلائی کے لئے دعاؤں اور مقامی انتظام کاروں کے متعلق اظہار تشکر پر ہوا۔

حج میں مسنون طریقہ کی پیروی کے ساتھ ساتھ متعلّقہ حکومتوں کی ہدایات پر عمل آوری بھی ضروری ہے۔ اللہ کے یہاں کسی بھی عبادت کے قبولیت کے لیے اخلاص لازمی شرط۔ صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے اجلاس عام اور حج تربیتی کیمپ میں علماء کا بیان

اللہ نے جنّت اپنے مخلص بندوں کے لیے بنائی ہے۔

قیامت کے دن نجات اور فلاح صرف اللہ کے مخلص بندوں کو ملے گی۔

دین میں اخلاص کو وہی مقام حاصل ہے جو جسم میں روح کو۔

بغیر اخلاص کے انجام دیے گئے بے جان اعمال کی اللہ کے یہاں کوئی وقعت نہیں۔

اخلاص ایمان والے بندے کا شیطان کے مقابلے میں ہتھیار ہے جس سے وہ شیطان کے حملوں سے خود کو محفوظ رکھ سکتا ہے۔

اخلاص کے موضوع پر یہ اہم نصیحتیں شیخ مقصود الحسن فیضی نے صوبائی جمعیت اہل حدیث کے اجلاس عام میں فرمائیں۔ صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کی جانب سے 14 اگست، اتوار کے روز جامع مسجد اہل حدیث مومن پورہ میں ایک روزہ حج تربیتی کیمپ اور اجلاس عام کا انعقاد کیا گیا۔ اجلاس کی ابتداء حافظ غلام ربّانی کی تلاوت اور صائم انصاری کی پرسوز آواز میں پڑھی گئی حمد سے ہوئی۔

پہلا خطاب شیخ عنایت اللہ مدنی کا ''حج کے آداب'' پر ہوا۔ شیخ عنایت اللہ مدنی نے اپنے جامع خطاب میں مستند دلائل کے ذریعہ حج کے مسنون طریقہ کی وضاحت کے ساتھ حج کے متعلق پائے جانے والی بہت ساری عام غلط فہمیوں اور حجاج کی طرف سے کی جانے والی عام غلطیوں کی نشاندہی فرمائی ۔ شیخ نے تمہید میں اس بات کی تاکید کی کہ حج کے لیے مادّی وسائل کی فراہمی کے ساتھ ساتھ ضروری ہے کہ حج کے مسنون طریقہ کی تعلیم کی طرف بھی توجہ دی جائے کیونکہ حج کی عبادت اسی وقت قبولیت کا شرف پاسکتی ہے جب وہ عبادت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر ادا کی گئی ہو۔ شیخ نے اپنے بیان میں خاص تاکید فرمائی کہ حجاج حج کے درمیان سعودی حکومت کی جانب سے دیے گئے احکامات اور ہدایات کی مکمل پاسداری کریں تاکہ حج میں کسی بھی قسم کے انتشار، افراتفری اور حادثات سے بچا جاسکے۔

دوسرا خطاب شیخ محمد مقیم فیضی کا ہوا۔ شیخ نے اپنے خطاب میں

فرمایا کہ امر بالمعروف کے ساتھ نہی عن المنکر بھی ہمیشہ انبیاء کے دعوتی منہج کا حصّہ رہا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور قرآن پاک کی دعوت کا مطالعہ ہم کو بتاتا ہے کہ سچائی اور حق کے اظہار کے ساتھ جہالتوں کی تردید اور اہل باطل سے جدال احسن دعوت کا ایک اہم رکن ہے۔ انبیاء کے بعد آنے والے انبیاء کے وارثین امّت کے اسلاف ائمہ کرام نے بھی جہاں ایک طرف دین حق کی صداقت کو واضح کیا وہیں دوسری طرف ان شبہات کا ازالہ اور ان بدعات کی تردید کی جو باطل پرستوں کی جانب سے دین میں پیدا کیے جارہے تھے۔ اللہ نے ہمیشہ امّت میں علماء کا ایک گروہ ایسا پیدا کیا ہے جن کی ذمہ داری یہ طے کی گئی ہے کہ دین پر ہونے والے حملوں سے دین کی حفاظت کریں اور اہل بدعات اور باطل پرستوں کی تحریف و تاویل، بدعات اور جہالتوں سے دین کی حفاظت کریں۔ شیخ نے مختلف تاریخی حوالوں سے یہ بات ثابت کی کہ جماعت اہل حدیث کا بھی امتیاز یہ رہا ہے کہ انہوں نے اپنی جان، مال، عزّت آبرو سے اس نبوی مشن کی حفاظت کی اور اس معاملہ میں دیگر افراد کے برخلاف کبھی کسی طرح کی مداہنت کو گوارا نہیں کیا۔ تاکہ لوگوں کو اللہ دین ویسا ہی حاصل ہو جیسا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں سے نازل ہوا تھا۔

مغرب کی نماز کے بعد شیخ مقصود الحسن فیضی نے انتہائی موثّر اور جامع خطاب اخلاص کے موضوع پر کیا۔ شیخ نے اخلاص کے موضوع پر دلچسپ انداز میں تمہید باندھتے ہوئے فرمایا کہ اخلاص کے موضوع پر بات کرنا جتنا آسان ہے اس پر عمل اتنا ہی مشکل۔ اخلاص کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ اخلاص کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ بندہ اپنے سارے اعمال خالص اللہ کے لیے انجام دے اور اپنی نیکیوں پر اللہ کے علاوہ کسی سے کسی طرح کے اجر کا طالب نہ ہو نہ کسی سے بدلے کی کوئی امیّد رکھے۔ اخلاص کی اہمیت واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ اخلاص کی دین میں وہی اہمیت ہے جو جسم میں روح کی۔ اللہ رب العزّت نے قیامت کے دن نجات اور کامیابی اپنے مخلص بندوں ہی کے لیے رکھی ہے۔ شیخ نے اپنے خطاب میں صحابہ کرام اور مختلف سلف کے حوالوں سے اخلاص کے معنیٰ بیان کیے۔ قرآنی آیات، انبیاء اور اسلاف امّت کی مثالیں دے کر اخلاص کی معنویت اور اہمیّت واضح کی۔ مزید اخلاص کے تقاضوں، علامات، اس کے حصول کے طریقے اور اس کے منافی امور پر بھی روشنی ڈالی۔

اجلاس کی صدارت صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے امیر شیخ عبدالسلام سلفی نے فرمائی۔ نظامت کا فریضہ جامع مسجد اہل حدیث مومن پورہ کے امام شیخ ظہیرالدین سنابلی نے انجام دیا۔ اس موقع پر حج وعمرہ کی فضیلت اور آداب کے موضوع پر صوبائی جمعیت کی طرف سے شائع کی گئی کتاب کے نسخے اور ماہنامہ الجماعہ کے تازہ شمارے تقسیم کیے گئے۔ اجلاس میں عوام کی بڑی تعداد کے ساتھ علماء اور ائمہ مساجد نے بھی شرکت فرما کر علماء کے بیانات سے استفادہ کیا۔ شیخ مقصود الحسن کے دعائیہ کلمات پر اجلاس کا اختتام ہوا۔

''مرکز الدعوۃ الاسلامیۃ والخیریۃ کھیڈ کا ایک روزہ دعوتی تربیتی اور مشاورتی اجتماع''

ضلعی جمعیت اہل حدیث رتنا گیری کی زیر پرستی مرکز الدعوۃ

الاسلامیۃ والخیریۃ کے زیر اہتمام ایک دعوتی وتربیتی پروگرام اور مشاورتی نشست ضلع رتناگیری اور رائے گڈھ کے دعوت وتبلیغ سے منسلک افراد کے درمیان ،بتعاون روشنی گروپ کوکن مورخہ 31 جولائی سنہ 2016 بروز اتوار، بمقام بیت السلام کمپلیکس کھیڈ زیر صدارت ''فضیلۃ الشیخ عبدالواحد انور یوسفی حفظہ اللہ منعقد ہوا۔

پہلی نشست: (ساڑھے دس بجے تا ظہر) : منعقد ہوئی ،جس کی نظامت حافظ فضل الرحمن سنابلی نے انجام دی ،سب سے پہلے مجاہدالاسلام سنابلی نے 15 منٹ کا درس قرآن ''ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ'' کے تحت دیا۔جس میں دعوت وتبلیغ کے اصول وضوابط پر مختصر اروشنی ڈالی۔

بعدہ صدر مجلس نے اپنے صدارتی خطاب میں دعوت وتبلیغ کے میدان میں بہترین اسلوب اور موثر لب ولہجہ اپنانے کی تلقین فرمائی۔

پھر پروگرام کے پہلے خطیب فضیلۃ الاستاذ ابوزید ضمیر حفظہ اللہ'' نے دعوت حق ،اہمیت اور مواقع '' کے موضوع پر روشنی ڈالتے ہوئے بتلایا کہ مدعو کی تین قسمیں ہوتی ہیں: ایک وہ جو دینی علم رکھتے ہیں ،دوسرے وہ جو باتیں مانتے تو ہیں لیکن عمل نہیں کرتے ،تیسرے وہ لوگ جو اپنا فلسفہ خود بتاتے پھرتے ہیں، اس کے بعد آپ نے دعوت کے مواقع پر روشنی ڈالی ۔درس قرآن، درس حدیث، قیام مکتب، سمر کیمپ، دینی پروگرام کی نشاندہی فرمائی۔

اس کے بعد فضیلۃ الشیخ عبدالمعید مدنی حفظہ اللہ کا خطاب ہوا آپ نے ''دعوت حق، مسائل اور حل'' کے موضوع پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا کہ آج کل لوگ دعوت وتبلیغ کے مقصد کو سمجھنے میں غلطی کررہے ہیں ،اخلاص کی کمی پائی جارہی ہے،لوگ دعوت وتبلیغ میں گروپ بندی اختیار کرنے لگے ہیں، علماء اور ذمہ داران سے رابطہ نہ ہونا باعث ناکامی ہے۔

آخری نشست: (بعد نماز عصر تا مغرب) : مرکز الدعوۃ الاسلامیہ والخیریہ کا اکتیسواں ماہانہ اجتماع بعد نماز عصر ماذن امتیاز موڈک (متعلم جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ) کے تلاوت کلام پاک سے ہوا۔بعدہ پہلا خطاب فضیلہ الشیخ عبدالمعید مدنی حفظہ اللہ کا ''اعمال صالحہ کی اہمیت'' کے موضوع پر ہوا، دوران خطاب آپ نے کہا کہ ایمان اور عمل صالح لازم ملزوم ہیں جس طرح بغیر ایمان کے اعمال مقبول نہیں اسی طرح اعمال کے بغیر ایمان مقبول نہیں، خطاب کے بعد آپ نے سامعین کے سوالات کے جوابات بھی بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ دیئے۔

اس کے بعد فضیلۃ الاستاذ ابوزید ضمیر حفظہ اللہ کا خطاب ہوا، آپ کا موضوع تھا ''نئی نسل کے بگاڑ کے اسباب اور اس کا علاج '' آپ نے دوران خطاب بیان فرمایا: اس کی اصل وجہ ماں باپ کا بے جا لاڈ پیار، میڈیا، کیبل نیٹ ورک کا غلط استعمال، بری صحبت، بے روزگاری اور بچوں کے سامنے ماں باپ کا گالی گلوچ بکنا، یہ وہ اسباب ہیں جن کی وجہ سے ہمارے بچے بگاڑ کے شکار ہورہے ہیں۔خطاب کے بعد آپ نے سامعین کے سوالات کے جوابات بڑے احسن انداز میں مدلل طور سے دیئے۔مغرب کی اذان تک یہ سلسلہ چلتا رہا۔

❖ ❖ ❖

آزادی کی حفاظت ہر ہندوستانی کا فرض ہے

امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کا پیغام

جماعت وملت اور قوم وملک کے نام

ادارہ

۱۵/ اگست یہی وہ تاریخ ہے جب ۱۹۴۷ء کو ہمارا ملک غاصب انگریزوں کے پنجے سے آزاد ہوا تھا، اسی لئے پورا ملک اسی تاریخ کو یوم آزادی مناتا ہے اور ظلم وجبر اور ناانصافی کے خلاف ملک کے تمام لوگوں کی بلاتفریق مشترکہ جدوجہد اور آزادی کے لئے دی گئی قربانیوں کو یاد کرتا ہے، اس لئے ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ ہم نے ظلم اور ناانصافی کے خلاف پورے ملک کے اتحاد سے آزادی حاصل کی تھی اور اس آزادی کی حفاظت بھی سب کی مشترکہ ذمہ داری ہے مگر اس کے ثمرات سے مکمل استفادہ اسی وقت ممکن ہوگا جب عدل وانصاف کے تقاضے پورے کئے جائیں گے اور ملک کے ہر شہری کو اس کے تمام حقوق مساویانہ بنیادوں پر حاصل ہوں گے، اور امن اور خوشحالی کے لئے سچی کوششیں کی جائیں گی، اور یہ بھی نہیں بھولنا چاہئے کہ رواداری اس ملک کی قدیم شناخت ہے، اور اس کی وجہ سے پوری دنیا میں ملک کا نام ماضی میں روشن رہا ہے، اس لئے اس کی حفاظت بہت ضروری ہے، یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ تعلیم اور ہنرمندی کے اداروں کو تاجرانہ بنیادوں سے نکال کر انسانی بنیادوں پر چلانے کی ضرورت کا احساس بہت ضروری ہے ورنہ اس کے منفی نتائج ملک کے لئے نقصاندہ ہوں گے، ملک میں بڑھتی ہوئی فرقہ پرستی اور نسلی تعصب کو بھی لگام دینا ہوگا ورنہ انارکی اور نقض امن کے مظاہرے روز بروز سامنے آتے رہیں گے اور ملک کی ترقی پر منفی اثر ڈالیں گے اور عالمی پیمانے پر اس کی شبیہ داغدار ہوتی جائے گی۔ بے روزگاری بھی ملک کا اہم مسئلہ ہے اس کے خاتمے کے لئے بھی مشترکہ جدوجہد کی ضرورت ہے، انتظامیہ اور امن وامان کے ذمہ دار اداروں اور امن دوست افراد اور تنظیم واداروں کے درمیان مضبوط رابطہ اور تال میل پیدا ہونا چاہئے اور ایک دوسرے کے متعلق غلط فہمیوں کے خاتمے کے لئے منظم کوشش کی جانی چاہئے، اس وقت دہشت گردی ایک عالمی مسئلہ اور

آزمائش ہے جس کے پیچھے بڑے بڑے مفاد پرست عناصر کا دل دماغ کارفرما ہے۔اور بہت سے نادان جانے انجانے اس کا شکار ہوجاتے ہیں۔اس کے ساتھ کسی مذہب یا قوم کو جوڑنا اور اس کا عام مزاج بنانا کسی بھی ملک کے مفاد میں نہیں ہوسکتا ہے اور اس بات کو مدنظر رکھنا چاہئے کہ عام لوگ کبھی بھی دہشت گردی یا تخریبی کارروائیوں کی تائید میں ہرگز نہیں ہوسکتے ہیں اس لئے کسی بھی قوم یا مذہب کو اس سے جوڑنا دانشمندی نہیں ہے۔اور ہمارے حکمرانوں کو یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ ملک کی جنتا دیر تک نعروں اور تقریروں سے مطمئن نہیں ہوسکتی ہے، جو حکومت ٹھوس کام کرے گی اور ملک کے امن وخوشحالی اور کاروباری ترقی کے لئے عملی اقدامات کرے گی پبلک اسی کے ساتھ ہوگی اور لیبل سے کچھ زیادہ فرق نہیں پڑے گا، اس لئے حکومت کو ترقیاتی کاموں پر توجہ دینی چاہئے۔ ملک کے تمام باشندوں میں جتنی یگانگت اور یکجہتی اور ایک دوسرے کے حقوق کی رعایت ہوگی آزادی کا مقصد اتنا ہی زیادہ حاصل ہوگا اس لئے اس تہذیب کی حفاظت اور اس کے لئے جہد وجہد ملک کے ہر شہری کی ذمہ داری ہے۔ ہماری دعا ہے کہ ہمارا ملک سدا خوشحال اور امن وسلامتی کی بنیادوں سے مالا مال رہے۔ان خیالات اور نیک جذبات کا اظہار یوم آزادی کی آمد کی مناسبت سے صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے امیر مولانا عبدالسلام سلفی نے کیا۔

مولانا نے یہ بھی فرمایا کہ ملک کی آزادی میں اہل حدیث علماء واعیان جماعت کا کردار بہت نمایاں رہا ہے اور اس کے لئے انھوں نے اپنا جان ،مال ، گھر بار سب کچھ قربان کیا ہے اور اپنی زندگی کے قیمتی اوقات برسوں جیل میں گنوائے ہیں اس لئے ملک کی خوشحالی اور ترقی میں موجودہ افراد کا کردار بھی نمایاں ہونا چاہئے۔

انھوں نے نوجوانوں کو خصوصی طور پر مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ انہیں اپنی توانائیوں اور صلاحیتوں کو تعمیری کاموں میں لگانا چاہئے اور ایسے عناصر سے دور رہنا چاہئے جو جذبات وافکار کو غلط رخ پر لے جانا چاہتے ہیں، انھیں اپنے اندر سنجیدہ غور وفکر اور کسی بھی اقدام کے عواقب پر نظر رکھنے کی عادت ڈالنی چاہئے، یہ بات بھی بہت اہم ہے کہ نوجوان نسل اپنی جمعیت سے مضبوط رشتہ استوار کرے اور معتبر علماء کی رہنمائی میں اپنی زندگی کا لائحہ عمل ترتیب دے تاکہ اس کی زندگی خود اس کے لئے بھی اور امت کے لئے بھی نفع بخش ہو اور اسے اللہ کی رضا مندی کے ساتھ دنیا وآخرت کی سرخروئی وکامیابی نصیب ہو۔

❖ ❖ ❖

Special Issue "AL-JAMAAH" Mumbai
August 2016

صوبائی جمعیت کی سرگرمیاں

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی اپنے مقصد وجود اور مشن کی تکمیل میں بحمدللہ بساط بھر سرگرم عمل ہے اور خالص اسلام (کتاب وسنت) کی نشرواشاعت، دعوت الی اللہ، اصلاح نفوس، اصلاح ذات البین اور تعلیم وتربیت سے متعلق سرگرمیوں میں اپنا کردار نبھانے کی بھرپور سعی کررہی ہے۔ ذیل میں اس کی سرگرمیوں کا ایک خاکہ پیش کیا جارہا ہے۔

- ماہانہ تربیتی اجتماعات کا انعقاد۔
- جلسے اور کانفرنسیں۔
- انفرادی ملاقاتیں اور دعوتی دورے۔
- ہینڈ بل، اشتہارات اور کتابوں کی اشاعت۔
- ہر ماہ الجماعہ کی اشاعت۔
- مفت کتابوں کی تقسیم۔
- مکاتب کا ماہانہ تعاون۔
- ضرورت مند افراد کا تعاون۔
- مصائب وحادثات سے دوچار پریشان حال لوگوں کا تعاون۔
- نزاعات کے تصفیہ کے سلسلے میں تگ ودو۔
- دعاۃ کی تربیت کا اہتمام وغیرہ۔

دینی وجماعتی شعور رکھنے والے تمام غیرت مند افراد سے دردمندانہ اپیل ہے کہ وہ مذکورہ مشن کی تکمیل میں جمعیت کا بھرپور تعاون فرمائیں۔ جزاھم اللہ خیراً

A1 Grafix Studio : +91-9819189965

Published by :
SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI
14/15, Chuna Wala Compound, Opp. Best Bus Depot, L.B.S. Marg, Kurla (W), Mumbai - 70.
Phone : 022-26520077 / Fax : 022-26520066 • ahlehadeesmumbai@gmail.com
@JamiatSubai subaijamiatahlehadeesmum SubaiJamiatAhleHadeesMumbai
www.ahlehadeesmumbai.org • aljamaahmonthly@gmail.com